بسلسلہ مقامِ والدین مصطفیٰ ۲

والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنتی ہیں

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ وتحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز، لاہور

التعظیم والمنة فی ان ابوي رسول الله ﷺ فی الجنة

للشیخ العلامة جلال الدین
عبد الرحمن بن ابي بکر السیوطی رحمة الله علیه
المتوفی سنة ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء

ترجمہ و تحقیق

مفتی محمد خان قادری

والدینِ مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

ان کا تفصیلی تذکرہ	43
اجمالی تذکرہ یہ ہے	44
اب تیسری دلیل	45
فصل- چوتھی دلیل	46
فصل- پانچویں دلیل	46
فصل	
بتوں کے بارے میں ایک قول	49
ابن دحیہ کا رد	
فصل- ایک اہم نکتہ	51
فصل- قبل از دعوت لوگوں کے بارے میں اہل سنت کا موقف	53
فصل	
اہم سوال و جواب	56
امام رافعی اور تین احوال	58
کیا ایسے لوگ موجود ہیں؟	
مزید وضاحت	59
امام نووی کے کلام کا صحیح مفہوم	62
فصل- مذکورہ حدیث میں دو علتیں	62
ایک روایت کی مثال	63
دوسری مثال	64
دوسری علت متن کے لحاظ سے	64
اہل علم کی توجیہ	65
حدیث کا دوسرا طریق	65
حدیث سے تائید	65
متعدد فوائد	66
بخاری و مسلم کی متعدد احادیث	67
برزخ کی معیت	67
اہم اعتراض و جواب	67
چار جوابات	67
اہم اعتراض	68
تین جوابات	68
خمیسہ	69
فصل	70
دوسرا طریقہ استدلال	72
اس کی تفصیل	73
میں والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں	74
فصل	75
یہی بات والدین مصطفی ﷺ کی ہے-	76
فصل- ایمان اجداد پر تصریحات	77
فصل- دین حنیفی پر قائم لوگ	79
فصل	81
مسئلہ کی تین اقسام	82
فصل-	85
فصل-	85
تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں	85

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجدد امت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مقام و ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ پر جو سات تحقیقی رسائل تصنیف فرمائے ان میں سے یہ دوسرا ہے' اس رسالہ میں انہوں نے ان دو امور پر نہایت ہی تحقیقی مواد جمع کیا ہے۔

۱۔جس حدیث میں والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانے کا تذکرہ ہے وہ ہر گز موضوع نہیں' زیادہ سے زیادہ اس میں ضعف ہے اور حدیث ضعیف مناقب میں مقبول ہوتی ہے۔ موضوع کہنے والوں نے جو دلائل و علل ذکر کی تھیں ان تمام کا علمی تجزیہ کر کے واضح کیا کہ یہ تمام غیر مؤثر ہیں بلکہ تحقیق کے بعد کہتے ہیں۔

ولولا تفردبه لحکمت له بالحسن (التعظیم والمنہ ۲۳) اگر مذکورہ راوی متفرد نہ ہوتا تو میں اسے حسن قرار دیتا۔

یاد رہے امام نے اس حدیث پر مستقل رسالہ "نشر العلمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین" بھی تحریر کیا ہے جس کا ترجمہ "والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ ہو کر ایمان لانا" کے نام پر شائع ہو چکا ہے۔

۲۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی آشکار کیا کہ مخالف نے جو روایات بطور استدلال ذکر کیں ان میں ایسی علل ہیں جن کی وجہ سے وہ قابل استدلال نہیں مثلاً روایت مسلم "ان ابی واباک فی النار" کے متن و سند پر امام موصوف رحمہ اللہ علیہ نے جو گفتگو کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے جسے پڑھ کر یہ شرح صدر نصیب ہو جاتا ہے کہ یہاں راوی حدیث کو وہم ہو گیا ہے' یہ الفاظ آپ ﷺ سے ثابت ہی نہیں بلکہ دیگر الفاظ ثابت ہیں اور اگر یہ الفاظ ثابت بھی ہوں تو ان سے مراد چچا ہے' والد گرامی مراد نہیں۔

الغرض امام رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے جنتی ہونے پر ایسے دلائل قاہرہ لائے ہیں جن کے رد کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔

دیگر رسائل کے مقدمات کی طرح ہم یہاں بھی والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں کچھ امت کے مسلمہ اہل علم کی آراء ذکر کئے دیتے ہیں۔

۱۔ مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ رقمطراز ہیں کہ آیت مبارکہ " وماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الایہ" کے بارے میں کہنا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی' غلط ہے۔

وما یدل علی ان الایۃ نزلت فی آمنۃ ام النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وعبد اللہ ابیہ فلا یصلح منہا شئی ولیس شئی منہا مایصلح ان یعارض ماذکرنا فی القوۃ فیجب ردھا (المظہری ' ۳-۳۰۶)

جو روایات بتاتی ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ اور والد گرامی کے بارے میں نازل ہوئی ان میں سے کوئی بھی قابل استدلال نہیں اور نہ ہی ان میں اپنی مخالف احادیث کے مقابلہ کی صلاحیت ہے لہٰذا ان کی تردید لازمی و ضروری ہے۔

مخالف کے دلائل کا ضعف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فلایجوز القول بکون ابوی النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین مستدلا بھذہ الایۃ وقدصنف الشیخ الاجل جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ رسائل فی اثبات ایمان ابوی رسول صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وجمیع آبائہ

اس آیت مذکورہ سے آپ ﷺ کے والدین کے مشرک ہونے پر استدلال جائز نہیں' ہمارے بزرگ عالم امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے والدین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک تمام آباء اور امہات کے ایمان پر متعدد رسائل تحریر کئے ہیں' میں نے بھی ان ہی سے ایک رسالہ تیار کیا

وامهاته الی آدم علیه السلام وخلصت منها رسالة سمیتها بتقدیس آباء النبی صلی الله علیه وآله وسلم فمن شاء فلیرجع الیه(المظهری ۳۰،۳۳)

ہے جس کا نام "تقدیس آباء النبی ﷺ" ہے اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اسی طرح "ولا تسئل عن اصحاب الجحیم" کے تحت مخالف دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فلیس بمرضی عندی ولیس بقوی ولو صح فلا دلیل فیه علی ان المراد باصحاب الجحیم ابواه صلی الله علیه وآله وسلم وعلی تقدیر التسلیم فتلک الایة لاتدل علی کفرهما فان المؤمن قد یکون من اصحاب الجحیم لاکتساب بعض المعاصی حتی تدرکه المغفرة بشفاعة شافع او دون ذلک او یبلغ الکتاب اجله وقد صح عنه صلی الله علیه وآله وسلم انه قال بعثت من خیر قرون بنی آدم۔

مجھے یہ پسند نہیں اور نہ ہی یہ قوی ہیں، اگر یہ صحیح بھی ہوں تو اس میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اصحاب جحیم سے مراد آپ ﷺ کے والدین ہیں، اگر تسلیم بھی کرلیں تو یہ آیت ان کے کفر پر دال نہیں، کیونکہ بعض مومن بھی تو گناہوں کی وجہ سے اصحاب جحیم ہو سکتے ہیں اور پھر وہ کسی شافع کی شفاعت، بغیر سبب یا عذاب مکمل ہونے پر جنت میں جائیں گے اور حضور ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے فرمایا "میں ہر دور میں اولاد آدم کے بہتر خاندان میں رہا ہوں۔

آگے اس پر متعدد روایات صحیحہ پیش کرنے کے بعد فرمایا۔

وقد صنف الشیخ الاجل جلال الدین السیوطی رضی اللہ عنه فی اثبات اسلام آباء النبی رسائل واخذت من تلک الرسائل رسالة فذکرت فیھا مایثبت اسلامھم ویفید اجوبة شافیة لمایدل علی خلافه فللہ الحمد

شیخ کامل امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے آباء و اجداد کے ثبوت اسلام پر متعدد رسائل تصنیف فرمائے ہیں، میں نے بھی ان سے استفادہ کرتے ہوئے رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں ان کا اسلام ثابت کیا اور مخالف دلائل کا شافی جواب دیا ہے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے۔

(المظہری ۱۰-۳۰-۳۱)

سورہ شعراء کی آیت "وتقلبک فی الساجدین" کے تحت اس کی مختلف تفاسیر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

بل الاولی ان یقال المراد منه تقلبک من اصلاب الطاھرین الساجدین للہ الی ارحام الطاھرات الساجدات ومن ارحام الساجدات الی اصلاب الطاھرین ای الموحدین والموحدات حتی یدل علی ان آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلھم کانوا مومنین کما قال السیوطی

بلکہ یہ کہنا سب سے بہتر ہے کہ یہاں آپ ﷺ پاک اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والوں کی پشتوں سے پاک سجدہ کرنے والی خواتین کے ارحام کی طرف اور موحدہ سجدہ کرنے والی خواتین کے ارحام سے موحد و پاک پشتوں کی طرف منتقل ہونا مراد ہے۔ حتیٰ کہ یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام آباء و اجداد مومن ہیں، امام سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے بھی یہی بات کی ہے۔۔۔۔۔

وممما يؤيد هذا التاويل ماروا البخاری فی الصحیح عنه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی کنت فیه وروی مسلم من حدیث واثلة بن الاسقع قوله صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ان الله اصطفی من ولدابراہیم اسماعیل واصطفی من ولد اسماعیل بنی کنانة واصطفی من بنی کنانة قریشا واصطفی من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم.....وقد صنف السیوطی رحمه الله فی اثبات ایمان آباء النبیﷺ صلی اللّٰه علیه وآله وسلم اجمالا وتفصیلا کتابا وذکر فیه ماله وما علیه وخلصت منه رسالة فلیرجع الیها

(المظہری' ۸۷-۷)

آیت کے اس معنی پر روایات و احادیث شاہد ہیں' بخاری میں ہے' آپ ﷺ نے فرمایا میں ہر دور میں اولاد آدم کے بہتر خاندان میں رہا ہوں حتی کہ اس خاندان میں بھی جس میں ہوں مسلم میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے ہے اللہ تعالی نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو چنا اور اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو' بنو کنانہ سے قریش کو' قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم سے مجھے چنا.....امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے والدین کے ایمان پر چھوٹے بڑے متعدد رسائل لکھے ہیں جن میں خوب تحقیق ہے' بندہ نے بھی ان سے استفادہ کرتے ہوئے ایک رسالہ اس موضوع پر تحریر کیا ہے۔ لہٰذا اس کا بھی مطالعہ کر لیا جائے۔

شارح شمائل شیخ محمد بن قاسم جسوس رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کا نسب مبارک ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ومعتقدنا ان الله تعالى حفظ آباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم من الشرك والنقائص من اجل حملهم لنوره

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نور کا مرکز ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے تمام آباء کو شرک و نقائص سے پاک و محفوظ رکھا۔

(الفوائد الجليلة البهيه ٥)

اس پر متعدد دلائل اور مختلف اہل علم کی آراء سے تائید لانے کے بعد کہتے ہیں۔

ولما نجاة ابويه صلى الله عليه وآله وسلم وايمانهما بل وحصول اعظم منازل اهل الايمان فهو اعتقادنا يشهد بذلك جلالة قدره وعلو منصبه عند ربه فاذا كان الواحد من ذريته بل الواحد من صحابته بل الواحد من امته صلى الله عليه وآله وسلم يناله من فضل الله ورحمته بواسطته وبركته مالاعين رات ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر حدث عن البحر ولا حرج فكيف

حضور ﷺ کے والدین کی نجات اور ان کا ایمان بلکہ اہل ایمان میں سے بھی بڑھ کر ان کا مقام ہے' ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں جو آپ ﷺ کی قدر و منزلت ہے' بلند مرتبہ ہے وہ شاہد ہے' جب آپ ﷺ کی اولاد کا ہر فرد بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ایک صحابی بلکہ آپ ﷺ کا ہر ایک امتی آپ ﷺ کے واسطہ اور برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے وہ فضل و انعام پائے گا جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں' کسی کان نے سنا نہیں اور نہ کسی دل پر اس کا تصور گزر سکتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے

لاينال ابواه صلى الله عليه وآله وسلم من ذلک الحظ الاوفر وللنصيب الأكبر كيف وقدمن الله تعالى عليهما بمزية خروجه من بينهما رحمة للعالمين

کہ آپ ﷺ کے والدین اس سے حصہ وافر نہ پائیں؟ حالانکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات اقدس کی ولادت کا ذریعہ وہ بنے۔

(الفوائد الجليلة البهيه' ۱=۱۳)

امام حافظ نجم الدین الغیطی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الحذر الحذر من ذكر والديه صلى الله عليه وآله وسلم بسوء فانه يؤذيه صلى الله عليه وآله وسلم

آپ ﷺ کے والدین کی طرف کبھی بھی کسی برائی کی نسبت نہ کرنا' کیونکہ اس سے آپ ﷺ کو اذیت ہوتی ہے۔

(رفع الخفاء' ۱=۶۷)

علامہ محمد بن الحاج کردی المتوفی ۸۸۹ھ اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو میں کہتے ہیں۔

وجب القطع والاعتقاد بنجاتهما تعظيما لجنابه صلى الله عليه وآله وسلم ولايسكن قلب ذى تقى الابذلک۔۔۔ ولايجوز الاقدام على هذالحكم الا بعد نص صريح لايعارضه نص آخر

آپ ﷺ کی تعظیم کے پیش نظر آپ ﷺ کے والدین کی نجات کا اعتقاد کرنا لازم ہے اور کسی بھی خوف الٰہی رکھنے والے کا دل اس کے بغیر سکون نہیں پا سکتا اور کسی پر کفر کا حکم ایسی صریح نص کی بنیاد پر لگایا جا سکتا ہے جس کے مخالف کوئی دلیل نہ ہو اور آپ

ولى لك هذا فى والديه صلى الله عليه وآله وسلم اذما من دلائل يدل على عدم نجاتهما الا وهو ضعيف ساقط وعارضه دليل مثله او اقوى منه كما بينها الحفاظ

(رفع الخفاء' ۵۵=)

ﷺ کے والدین کریمین کے حق میں ایسی دلیل کہاں؟ بلکہ جو بھی دلیل ان کے ناجی ہونے کے خلاف ہے وہ ضعیف اور ناقابل استدلال ہے اور اس کے مخالف اس کے ہم پلہ یا اس سے قوی دلیل موجود ہے' جیسا کہ حفاظ حدیث نے واضح کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ امام سیوطی کے فیوضات و درجات میں مزید ترقی عطاء فرمائے اور ہم سب کو ہمیشہ اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ کے ادب و تعظیم کی توفیق دے' ہماری اس خدمت کو قبول فرمائے اور روز قیامت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جگہ عطا فرمائے۔

خادم والدین مصطفیٰ ﷺ
محمد خان قادری
بروز جمعۃ المبارک
جامع رحمانیہ شادمان لاہور
۲۶ جولائی ۱۹۹۹ء بوقت عشاء

والدین اور جنت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

میں نے یہ فتویٰ دیا کہ مختار قول یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ اہل توحید ہیں ان کا حکم ان لوگوں کا ہے جو دور جاہلیت میں دین حنیفی اور دین ابراہیمی پر تھے انہوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی مثلاً" زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھی میں نے یہ بھی واضح کیا کہ جس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا زندہ ہو کر ایمان لانے کا تذکرہ ہے وہ موضوع نہیں جیسا کہ حفاظِ محدثین کی ایک پوری جماعت کا موقف ہے بلکہ وہ اس ضعیف قسم کی روایت ہے جس کو فضائل میں خصوصاً اس مقام پر قبول کیا جائے گا" اس فتویٰ میں جن دو امور کا ذکر ہے ان پر میں دلائل ذکر کرتا ہوں آئیے دلائل کا بیان سنئے۔

امام ابن شاہین اور روایت مذکورہ

امام ابن شاہین نے مکمل سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون پر غمگین اور پریشان ہوئے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشیت الٰہیہ کے مطابق قیام فرمایا پھر نہایت ہی خوشی میں واپس لوٹے میں نےعرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجون میں غمگین و پریشان حالت میں تشریف فرما ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت خوشی واپس تشریف لائے ہیں یہ کیا معاملہ؟ فرمایا۔

سالت ربی عزوجل فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا (الناسخ والمنسوخ، ۲۳۸)

میں نے اپنے رب بزرگ وبرتر سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اس نے انھیں واپس کر دیا۔

ابن جوزی کا اعتراض

شیخ ابن جوزی نے اسی روایت کے بارے میں الموضوعات میں کہا حافظ ابوالفضل بن ناصر نے کہا یہ حدیث موضوع ہے اور محمد بن زیاد (نقاش) ثقہ نہیں اور احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات ۱: ۲۸۳)

دونوں مجہول نہیں

میں کہتا ہوں محمد بن یحیی مجہول نہیں، امام ذہبی نے میزان اور مغنی دونوں میں یوں ذکر کیا ہے۔ محمد بن یحیی ابوغزیہ مدنی زہری کے بارے میں دار قطنی نے کہا متروک ہیں اور ازدی نے ضعیف کہا تو یہ ضعف میں معروف ہیں نہ کہ وضع میں، جس شخص کے حالات کا یوں بیان ہو اس کی حدیث درجہ موضوع پر نہیں ہوتی بلکہ وہ ضعیف کے درجہ پر ہوتی ہے۔

احمد بن یحیی حضرمی بھی مجہول نہیں امام ذہبی نے میزان میں کہا انہوں نے حرملہ تجیبی سے روایت لی اس کی حدیث معتبر ہوتی ہے۔

ابوسعید بن یونس نے انہیں لین کہا اور جس شخصیت کے ایسے حالات ہوں اس کی حدیث معتبر ہوتی ہے۔

محمد بن زیاد کا مقام

اسی طرح محمد بن زیاد اگر وہ نقاش ہیں جیسا کہ مذکور ہے تو وہ علماء قرأت میں سے اور آئمہ تفسیر میں سے ایک ہیں۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا یہ ضعیف ہونے کے باوجود اپنے دور کے قراء کے استاذ ہیں۔ شیخ ابوعمرو دانی نے ان کی بہت تعریف و ثنا کی ہے ہاں ان سے منکر احادیث مروی ہیں اس کے باوجود وہ اس میں منفرد نہیں کیونکہ ابوغزیہ سے یہ اور دو اسناد سے بھی مروی ہے۔

حافظ محب الدین طبری اور روایت

حافظ محب الدین طبری نے السیرۃ میں مکمل سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون غمگین حالت میں اترے اور مشیت الٰہی کے مطابق وہاں قیام فرمایا پھر وہاں سے خوش و مسرور واپس لوٹے اور فرمایا۔

سالت ربی فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا (خلاصہ السیر ۲۱)	میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

امام ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں ابن جوزی کی تین مذکورہ علتوں میں سے کوئی ایک بھی ذکر نہیں کی بلکہ انہوں نے میزان میں کہا عبدالوہاب بن موسیٰ نے عبدالرحمن بن ابی زناد سے حدیث ذکر کی ہے۔

ان اللہ احیالی امی فامنت بی	اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور مجھ پر ایمان لائیں۔

نہیں معلوم کہ کس جھوٹے نے یہ بیان کیا' کیونکہ یہ روایت ایسا کذب ہے جو آپ ﷺ کے اس صحیح فرمان کے مخالف ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو اجازت نہ ملی۔

روایت میں دو علتیں

کیونکہ یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیارت کی اجازت ملی لیکن استغفار کی اجازت نہ ملی۔

الغرض انہوں نے حدیث میں دو علتوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ عبدالوہاب بن موسیٰ مجہول ہیں۔

۲۔ حدیث صحیح کے مخالف ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عبدالوہاب امام مالک کے راویوں میں معروف ہیں اور یہ حدیث انہوں نے موصوف سے ہی روایت کی ہے۔

امام ابوبکر خطیب بغدادی

خطیب بغدادی نے جس سند سے روایت نقل کی ہے اس کے آخر میں ہے

عبدالوہاب بن موسیٰ نے مالک بن انس سے انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہمارے ساتھ مقام حجون سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت پریشان اور غمگین تھے حتیٰ کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رو پڑی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترے اور فرمایا حمیرا ایسا رکو میں نے اونٹ کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگا لی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر وہاں ٹھہرے رہے پھر واپس لوٹے تو نہایت خوش تھے، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے جس کی وجہ سے میں بھی رو پڑی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خوش و خرم واپس لوٹے یہ کیا معاملہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ذهبت بقبر امی فسألت الله ان يحيها فاحياها فآمنت بی وردها الله تعالی	میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے زندہ کرنے کے بارے میں عرض کیا اس نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں۔

(السابق واللاحق، ۲۷)

اس سند سے اسے دار قطنی نے غرائب مالک میں ذکر کیا اور کہا باطل ہے ابن عساکر نے بھی غرائب مالک میں ذکر کیا اور کہا منکر ہے، ابن جوزی نے بھی اسے الموضوعات میں ذکر کیا لیکن اس کے راویوں پر کلام نہ کیا، ذہبی نے میزان میں کہا علی بن ایوب ابوالقاسم الکعبی نے ابن یحیی زہری سے روایت کیا جو معروف نہیں۔ میں کہتا ہوں اس طریق کے بارے میں آشکار ہو چکا ہے۔ کہ یہ عبدالوہاب بن موسیٰ وہی ہیں جنہیں ابوالعباس زہری کہا جاتا ہے۔ خطیب بغدادی نے انہیں امام مالک کے راویوں میں ذکر کرتے ہوئے ان سے امام مالک کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ سعید بن حکم نے ابن ابی مریم مصری سے انہیں عبدالوہاب بن موسیٰ زہری نے

انہیں مالک نے انہیں عبداللہ بن دینار نے انہیں سعد مولیٰ عمر بن خطاب نے بیان کیا کہ حضرت کعب الاحبار نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا میں نے کتاب الٰہی میں پڑھا کہ تم جہنم کے دروازے پر کھڑے لوگوں کو اس میں گرنے سے منع کر رہے ہو تو جب تم فوت ہو جاؤ تو لوگ قیامت تک اس میں گرتے رہیں گے۔ یہ اثر امام مالک سے معروف ہے۔ اسے ابن سعد نے بھی طبقات میں معن بن عیسیٰ سے انہوں نے امام مالک سے سند کے ساتھ ذکر کیا اور دونوں کا متن ایک ہی ہے تو امام مالک سے معروف روایت کرنے کی وجہ سے عبدالوہاب کی دوسری روایت میں جہالت ختم ہوگئی تو اب عبدالوہاب سے روایت ان دو اسناد سے ہے

۱۔ عبدالوہاب عن مالک عن ابی الزناد عن ہشام

۲۔ عن الرحمٰن بن ابی زناد عن ہشام

یعنی ایک میں تفصیل ہے جبکہ دوسری میں نہیں۔

مذکورہ روایت میں اضافہ

اس سند سے روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے تو اسی سے دوسرے اعتراض کا جواب آگیا کہ یہ حدیث استغفار کے منافی ہے۔ کیونکہ زیارت کا واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے جیسا کہ حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے اور یہ زندہ ہو کر ایمان والے واقعہ سے دو سال پہلے کی بات ہے یہی وجہ ہے کہ امام ابن شاہین نے اس روایت کو اپنی کتاب (الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۴) میں ذکر کیا اور حدیث زیارت و استغفار کو پہلے ذکر کیا اور اسے منسوخ اور بعد میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کی اسے ناسخ قرار دیا اور یہ نہایت ہی خوبصورت اور روشن عمل ہے۔

امام قرطبی کی تائید

امام قرطبی نے بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے التذکرہ میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے والدین زندہ ہو کر ایمان لائے اور فرمایا ان روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ زندہ ہو کر ایمان لانا' استغفار کے معاملہ کے بعد کا ہے اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حجۃ الوداع والی حدیث شاہد ہے۔ اسی طرح امام ابن شاہین نے اسے مذکورہ روایت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔

امام ابن شاہین نے سند کے ساتھ یہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ذکر کی کہ ملیکہ کے بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری والدہ بڑی مہمان نواز تھی لیکن اس نے دور جاہلیت میں بچی کو زندہ درگور کیا تھا ہماری ماں کہاں ہے؟ فرمایا تمہاری ماں آگ میں ہے ان دونوں پر یہ بات نہایت شاق گزری جب وہ اٹھ کر چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلب کیا اور فرمایا میری ماں' تمہاری ماں کے ساتھ ہے' ایک منافق نے کہا یہ اپنی ماں کو نہیں بچا سکا جیسا کہ ملیکہ کے بیٹے اپنی ماں کو نہیں بچا سکے۔ تو ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدین کا معاملہ اور ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

سالتھما ربی فیعطینی فیھما وانی لقائم المقام المحمود (المستدرک [illegible])	میں نے اپنے رب سے ان کے بارے میں عرض کیا تو مجھے ان کے بارے میں عطا کیا گیا اور میں مقام محمود پر قیام کروں گا۔

متعدد فوائد

امام حاکم نے مستدرک میں اسے ذکر کیا اور صحیح کہا اس حدیث میں متعدد فوائد ہیں۔

۱۔ میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حضور والدین کے لئے دعا سے پہلے کی بات ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مجھے عطا کر دیا جو اس (زندہ ہو کر ایمان لانا) کے امکان پر شاہد ہے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اس بات کے جواز کے قائل تھے اور وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا یہ تقاضا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و خصائص میں سے ہے۔

والدین کے لئے بطریق اولی

ابن سعد نے طبقات میں سند کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اترجو لابی طالب؟ ابوطالب کے بارے میں آپ ﷺ کیا امید رکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا

کل الخیر ارجو من ربی میں اپنے رب سے تمام خیر کا امیدوار ہوں۔ (الطبقات ۱=۴۴)

یاد رہے یہ امیدواری ابوطالب کے بارے میں ہے جنہوں نے دعوت اسلام پائی، جن پر اسلام پیش کیا گیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

فالابوین اولی تو یہ امیدواری والدین کے حوالے سے تو بطریق اولی ہونی چاہیے۔

ایک اور روایت

امام سہیلی نے الروض الانف میں سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

سأل ربه ان یحیی ابویه فاحیاھما له فامنا به ثم اماتھما

اپنے رب سے ان کے زندہ کرنے کے بارے میں عرض کیا تو اس نے انہیں زندہ فرما دیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور انہیں پھر موت دیدی۔

اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و قدرت کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لائق ہیں کہ وہ انہیں جس فضل و انعام سے چاہے مخصوص فرما دے۔ (الروض الانف ١-١١٣)

ابن وحیہ کے دلائل

امام قرطبی لکھتے ہیں حافظ ابوخطاب عمر بن وحیہ نے کہا کہ حدیث احیاء والدین موضوع ہے اور اس کی تردید قرآن کریم اور اجماع بھی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولاالذین یموتون وھم کفار (النساء ١٨)

اور نہ وہ لوگ جو کفر کی حالت میں فوت ہوئے۔

یہ بھی ارشاد مبارک ہے۔

فیمت وھو کافر (البقرہ ٢١٧)

جو فوت ہوا وہ حالت کفر میں تھا۔

تو جو شخص کفر پر مرا اسے لوٹ کر ایمان لانے سے نفع نہیں ہو سکتا اگر کوئی بوقت موت فرشتوں وغیرہ کو دیکھ کر ایمان لے آتا ہے تو اس کا ایمان نفع نہیں دے سکتا تو لوٹنے کے بعد ایمان کیسے نافع ہو سکتا ہے؟

اسی طرح تفسیر میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی میرے والدین کا معاملہ کیا ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتسئل عن اصحاب الجحیم — اصحاب دوزخ کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔ (البقرہ ۱۱۹)

ابن دحیہ کا رد

امام قرطبی فرماتے ہیں جو کچھ ابن دحیہ نے کہا یہ سب محل نظر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور خصائص و فضائل میں وصال تک مسلسل اضافہ ہوتا رہا تو یہ زندہ ہو کر ایمان لانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و خصائص میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوازا اور والدین کا زندہ ہو کر ایمان نہ تو عقلاً محال ہے اور نہ شرعاً۔ قرآن مجید میں ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دی اس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہاتھوں مردے زندہ ہوتے' خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں مردوں کی ایک جماعت زندہ ہوئی۔

جب یہ تمام ثابت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و کرامت اور عظمت کے اضافہ کے پیش نظر والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے سے کون سی شی مانع ہے؟ اور پھر باقاعدہ حدیث میں اس کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ جو کچھ ابن دحیہ نے کہا وہ تو ان کا حکم ہے جو حالت کفر پر فوت ہوا ہو۔

باقی ان کا یہ کہنا کہ جو شخص حالت کفر پر فوت ہوا الخ اس حدیث کی بنا پر مردود ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سورج لوٹا دیا یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز لوٹائی امام طحاوی نے اسے ذکر کر کے کہا یہ حدیث ثابت ہے' اگر رجوع شمس نافع نہ ہوتا اور نہ ہی وقت لوٹتا تو اسے لوٹانے کا فائدہ کیا؟ یہی معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وقت لوٹا دیا۔

حضرت یونس کی قوم کا ایمان

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم دیکھئے قول مختار کے مطابق ان کا ایمان اور توبہ اس وقت قبول ہوا جب وہ عذاب میں گھر چکے تھے۔ اور قرآن کا ظاہر بھی اسی قول کی تائید کر رہا ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

رہا آیت مبارکہ کا معاملہ تو اس میں کے ایمان لانے سے پہلے عذاب کا تذکرہ ہے

(التذکرہ' ۲ء=۱۸)

میں کہتا ہوں امام قرطبی کا رجوع شمس نے وقت لوٹنے پر استدلال بہت ہی خوب ہے' یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نماز کی ادائیگی کا حکم لگایا ورنہ رجوع میں کیا فائدہ؟ کیونکہ قضا تو غروب کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

ایک اور واضح استدلال

لیکن میرے سامنے اس سے بھی زیادہ واضح استدلال ہے کہ اصحاب کہف آخری دور میں اٹھیں گے حج کریں گے اور مزید شرف پانے کے لئے اس امت میں شامل ہونگے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے۔

اصحاب الکہف اعوان المہدی — اصحاب کہف امام مہدی کے معاون ہونگے۔

اسے ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا۔

آپ نے دیکھا موت کے بعد اصحاب کہف کے عمل کا اعتبار کیا جا رہا ہے تو اس میں کون سی بدعت والی بات ہے کہ اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے لئے ایک عمر مقرر فرمائی پھر انہیں مقررہ وقت سے پہلے موت دیدی پھر انہیں بقیہ لمحات پورے کرنے کے لئے زندہ فرمایا اور ان میں وہ ایمان لائے تو اس ایمان کا اعتبار کیا جائے گا۔

درمیان میں مدت فاصلہ کی تاخیر میں حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ان تمام کمالات و فضائل پر ایمان لاسکیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے جیسا کہ اصحاب کہف کی موت میں تاخیر کا سبب یہی ہے کہ اس امت میں شمولیت کا درجہ پا سکیں۔

یہ قرآن کے خلاف نہیں

ابن دحیہ کا کہنا کہ یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے محدثین کے طریقہ پر نہیں' حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی نے "الایضاح" میں کہا بخاری کی اسراء کے بارے میں روایت کو ابن حزم نے اس لئے موضوع قرار دیا کہ وہ اسراء کے بارے میں دیگر احادیث صحیح کے مخالف ہے۔ پھر اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ابن حزم اگرچہ متعدد علوم میں امام ہیں مگر انہوں نے تعلیل حدیث میں حفاظ حدیث کا طریقہ اختیار نہیں کیا' حفاظ تو حدیث میں سند کے اعتبار سے علت لاتے ہیں جو اس کے لئے سیڑھی کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن انہوں نے علت الفاظ کی بنا پر ذکر کی ہے۔

یہ حدیث حجت نہیں

رہی وہ حدیث جس میں اس چیز کا تذکرہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے والدین کا کیا حال ہے؟ تو یہ معضل و ضعیف ہے لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔

ابن سید الناس کی رائے

حافظ فتح الدین بن سید الناس سیرۃ میں ابن اسحاق کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب موت کے وقت اسلام لے آئے تھے۔ پھر کہا جب کہ بعض کہتے ہیں یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب بھی ایمان لائے ہیں ان انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ایسی ہی روایت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے بارے میں بھی ہے

پھر لکھا یہ مذکورہ روایت اس حدیث کے مخالف ہے جسے امام احمد نے حضرت رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں نے عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ کہاں ہے؟ فرمایا تیری والدہ آگ میں ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کے سابقہ اہل کہاں ہیں؟ فرمایا تو خوش نہیں کہ تیری والدہ میری والدہ کے ساتھ ہو؟

پھر لکھتے ہیں بعض اہل علم نے ان روایات میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور مقامات میں وصال تک ترقی و اضافہ ہوتا رہا تو ممکن ہے یہ درجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعد میں حاصل ہوا اور پہلے نہ تھا تو زندہ ہو کر ایمان لانا دوسری احادیث کے بعد ہوا لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔ (عیون الاثر ۲=۱۷۳)

حافظ ابن حجر کی تحقیقی گفتگو

میں کہتا ہوں میری یہ تمام گفتگو حدیث پر اس وقت تھی جب میں اس پر کسی دوسرے کے کلام سے آگاہ نہیں تھا۔ پھر میں نے لسان المیزان از امام الحفاظ ابوالفضل ابن حجر کا مطالعہ کیا تو میں نے عبدالوہاب کے حالات میں یہ عبارت پائی' میں کہتا ہوں ذہبی نے اس جگہ ظن کی بنا پر کلام کیا اور اس حدیث کو متہم کرنے سے سکوت اختیار کیا اور دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا' امام مالک سے' انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے ہشام سے انہوں نے عروہ سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو دو احادیث روایت کی ہیں۔ وہ منکر اور باطل ہیں' پھر انہوں نے اس حدیث کو بطریق علی بن احمد کعبی عن ابی غزیہ روایت کر کے کہا یہ مالک پر کذب ہے یہ سارا بوجھ ابو غزیہ پر ہے۔ اس میں جھوٹا وہ خود ہے۔ یا اس سے روایت کرنے والا' اور عبدالوہاب بن موسٰی میں کوئی حرج نہیں۔

پھر حافظ ابن حجر نے فرمایا ابن جوزی نے الموضوعات میں زاہد عمر بن ربیع سے ان سے علی بن ایوب کعبی نے ان سے محمد بن یحیی ابوغزیہ زہری نے ان سے عبدالوہاب بن موسی نے حدیث نقل کی پھر انہوں نے ایک اور سند کا ذکر کرتے ہوئے

اس، میں محمد بن حسن نقاش مفسر کے بارے میں کہا وہ کہتے ہیں احمد بن یحیی نے ان سے محمد بن یحیی نے اور انہوں نے عبدالوہاب سے بیان کیا پھر لکھا ابن جوزی کہتے ہیں نقاش ثقہ نہیں احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی دونوں مجہول ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ان کا قول "علی بن ایوب کعبی" تو ان کی موافقت میں ابن عساکر نے یہ حدیث طویلا ذکر کی ہے جیسا کہ عمر بن ربیع کے حالات میں آرہا ہے۔ دار قطنی نے ان کے والد کا نام احمد بیان کیا ہے۔

محمد بن یحیی مجہول نہیں

محمد بن یحیی مجہول نہیں بلکہ وہ معروف ہیں ابو سعید بن یونس کی تاریخ میں ان کے عمدہ حالات تحریر ہیں دار قطنی نے ان پر وضع کا الزام لگایا ہے۔ اور یہ ابو غزیہ محمد بن یحیی زہری ہیں' ان کا تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا۔

احمد بن یحیی کون ہے؟

احمد بن یحیی کے بارے میں نقاش کے ذریعے بھی کچھ امتیاز نہیں ہوتا کیونکہ ان کے طبقہ میں احمد بن یحیی نام کی پوری جماعت ہے۔ اس سند کے سب سے زیادہ قریب محسوس ہوتے ہیں وہ احمد بن یحیی بن زکریا ہیں کیونکہ وہ مصری ہیں اور علی کعبی بھی مصری ہیں جیسا کہ امام دار قطنی نے کہا ہے۔

عبدالوہاب بن موسٰی رواۃ مالک سے ہیں

خطیب نے زیر بحث عبدالوہاب بن موسٰی کو امام مالک کے راویوں سے ذکر کیا اور کہا ان کی کنیت ابوالعباس ہے اور انہوں نے بطریق سعید بن ابی مریم ان سے امام مالک ان سے عبداللہ بن دینار نے ایک اثر موقوف ذکر کیا جس میں حضرت عمر سے حضرت کعب الاحبار کی گفتگو ہے پھر کہا اس میں یہ منفرد ہیں لیکن ان پر کوئی جرح ذکر نہیں کی۔ اسے دار قطنی نے غرائب مالک میں ذکر کے کہا یہ مالک سے حجت کے ساتھ ثابت ہے۔

ابن جوزی نے اپنے استاذ شیخ محمد بن ناصر سے نقل کیا کہ یہ حدیث (احیاء والدین) موضوع ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر انور مقام ابواء میں ہے' جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے لیکن ابوغزیہ کا خیال ہے کہ وہ مقام حجون پر ہے تو ابن جوزی نے اسے موضوع کہا اور یہ بھی کہا کہ یہ اس حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہے جسے جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں ذکر کیا۔

عمر بن ربیع کے حالات اور عبدالوہاب بن موسیٰ سے مروی حدیث ابوغزیہ پر مزید گفتگو آئے گی یہ وہ گفتگو تھی جو لسان المیزان میں عبدالوہاب کے حالات میں حافظ ابن حجر نے کی۔

احمد بن یحیی ممتاز ہیں

حافظ ابن حجر کا یہ فرمان کہ احمد بن یحیی نقاش کہنے سے بھی واضح نہیں ہوتے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سند سے ممتاز ہو جاتے ہیں جیسے امام ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں ذکر کیا کیونکہ انہوں نے واضح طور پر انہیں حضری کہا ہے۔

ابوغزیہ کا تعارف

لسان المیزان میں ابوغزیہ کے حالات میں ہے کہ یہ ابوغزیہ صغیر زہری ہیں۔ مصر میں سکونت پذیر تھے ان سے پوری جماعت نے حدیث لی۔ سعید بن یونس نے انہیں اہل سفر میں شمار کیا اور کہا محمد بن یحیی بن محمد بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف ابو عبداللہ' ان کا لقب ابوغزیہ' مدنی' مصر آئے ان کی دو کنیتیں ہیں' ان سے روایت لینے والوں میں یہ ہیں' اسحاق بن ابراہیم کناس' زکریا بن یحیی ثغری' سہل بن سوادہ غافقی' محمد بن فیروز اور محمد بن عبداللہ بن حکیم' ان کا وصال عاشورہ کے دن ۲۵۸ھ میں ہوا۔ (لسان المیزان ۵' ۴۲۲)

دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا ہمیں ابوبکر نقاش مصری نے انہیں محمد بن عبداللہ بن حکیم نے مصر میں انہیں ابوغزیہ محمد بن یحیی زہری نے انہیں عبدالوہاب بن

آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ

موسیٰ انہیں مالک نے انہیں ابن شہاب نے انہیں سعید بن مسیب نے انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بنے۔ تو انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا اور پھر فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے چار چیزوں میں سبقت لے گئے۔ دار قطنی نے کہا یہ روایت نہ زہری سے ثابت اور نہ ہی مالک سے اور یہ ابوغزیہ صغیر ہی ہیں جو منکر الحدیث ہیں۔

پھر بطریق علی بن احمد نقل کیا اور کہا وہ ثقہ تھے۔ ہمیں ابوغزیہ محمد بن یحیی نے بیان کیا انہیں ابوالعباس عبدالوہاب بن موسیٰ نے اس سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا کہ دایاں شرمندہ ہوتا ہے یا گنہگار اور کہا نہ یہ مالک سے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اور نہ زہری سے اس میں بوجہ غزیہ پر ہی ہے۔

ابوغزیہ کبیر

رہے ابوغزیہ کبیر تو وہ محمد بن موسیٰ انصاری مدنی قاضی ہیں وہ امام مالک اور فلیح بن سلیمان کے شاگرد ہیں اور ان کے تلامذہ' ابراہیم بن منذر' زبیر بن بکار' عمر بن محمد بن فلیح اور پوری جماعت ہے انہیں امام بخاری' ابن حبان' ابو حاتم' عقیلی اور ابن عدی نے ضعیف قرار دیا جبکہ حاکم نے ان کی توثیق کی ۲۰۷ھ میں ان کا وصال ہوا۔

علی بن احمد کا تعارف

علی بن احمد کعبی' مصری ہیں' یہ متہم ہیں انہوں نے ابوغزیہ سے انہوں نے عبدالوہاب بن موسیٰ سے انہوں نے مالک سے انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو احادیث روایت کی ہیں۔

ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کے موقعہ پر اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے گزرے تو

موسٰی انھیں مالک نے انھیں ابن شہاب نے انھیں سعید بن مسیب نے انھیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے بیان کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بنے۔ تو انھوں نے ایک واقعہ بیان کیا اور پھر فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے چار چیزوں میں سبقت لے گئے۔ دار قطنی نے کہا یہ روایت نہ زہری سے ثابت اور نہ ہی مالک سے اور یہ ابوغزیہ صغیر ہی ہیں جو منکر الحدیث ہیں۔

پھر بطریق علی بن احمد نقل کیا اور کہا وہ ثقہ تھے۔ ہمیں ابوغزیہ محمد بن یحیی نے بیان کیا انھیں ابوالعباس عبدالوہاب بن موسٰی نے اس سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے بیان کیا کہ دایاں شرمندہ ہوتا ہے یا گنہگار اور کہا نہ یہ مالک سے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اور نہ زہری سے اس میں بوجھ غزیہ پر ہی ہے۔

ابوغزیہ کبیر

رہے ابوغزیہ کبیر تو وہ محمد بن موسٰی انصاری مدنی قاضی ہیں وہ امام مالک اور فلیح بن سلیمان کے شاگرد ہیں اور ان کے تلامذہ' ابراہیم بن منذر' زبیر بن بکار' عمر بن محمد بن فلیح اور پوری جماعت ہے انھیں امام بخاری' ابن حبان' ابو حاتم' عقیلی اور ابن عدی نے ضعیف قرار دیا جبکہ حاکم نے ان کی توثیق کی ۲۰۷ھ میں ان کا وصال ہوا۔

علی بن احمد کا تعارف

علی بن احمد کعبی' مصری ہیں' یہ متہم ہیں انھوں نے ابوغزیہ سے انھوں نے عبدالوہاب بن موسٰی سے انھوں نے مالک سے انھوں نے ابوزناد سے انھوں نے ہشام بن عروہ سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے دو احادیث روایت کی ہیں۔

ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کے موقعہ پر اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے پاس سے گزرے تو

فسأل الله عزوجل فاحیاها — تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو انہیں زندہ[2]
فامنت به فردها الی حفرتها — کیا اور وہ آپ پر ایمان لائیں پھر اللہ
(لسان المیزان ۴؍۲) — تعالیٰ نے انہیں واپس فرما لیا۔

۲۔ اس سند کے ساتھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے لئے ننگی حالت میں پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے تو جرائیل و میکائیل علیہ السلام آئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر کو ڈھانپا' اللہ تعالیٰ کے پیار کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وہ پتھر اٹھا کر لانے لگے۔ (لسان المیزان ۴؍۲۹۴)

دار قطنی کہتے ہیں یہ دونوں سندیں اور متن باطل ہیں' ابوزناد عن ہشام عن ابیہ عن عائشہ کی سند سے کوئی شے ثابت نہیں یہ امام مالک پر کذب ہے اور اس کا تمام بوجھ ابوغزیہ پر ہے ان پر وضع کا اتہام ہے یا ان سے روایت کرنے والے پر لیکن عبدالوہاب بن موسیٰ پر کوئی طعن نہیں۔

علی بن ایوب کعبی کے بارے میں میزان سے یہ قول "وہ معروف نہیں" نقل کر کے کہا میں کہتا ہوں دار قطنی نے اسے معروف قرار دیتے ہوئے ان کا نام علی بن احمد بیان کیا عمر بن ربیع بن سلیمان ابی طالب خشاب کے حالات میں ذہبی کا یہ قول "قراث نے تاریخ میں ذکر کیا اور کذاب قرار دیا" ذکر کرنے کے بعد کہا دار قطنی نے انہیں غرائب مالک میں ضعیف کہا' مسلمہ بن قاسم نے کہا ان میں کچھ لوگوں نے کلام کیا ہے اور کچھ نے انہیں ثقہ کہا اور یہ کثیر الحدیث ہیں ۳۳۰ھ میں ان کا مصر میں وصال ہوا۔

(لسان المیزان ۴؍۳۰۴)

ابن عساکر نے سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ حجۃ الوداع کے موقعہ حج فرمایا پھر بطریق خطیب ساری حدیث بیان کی۔

ابن عساکر کہتے ہیں یہ حدیث عبدالوہاب بن موسیٰ زہری مدنی کے حوالے سے امام

مالک سے منکر ہے۔ کعبی مجہول ہے' حلبی صاحب غرائب ابوزناد عن ہشام روایت میں معروف نہیں' ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں پایا شاید عن ابیہٖ کا لفظ کتابت سے رہ گیا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں انہوں نے عمر بن ربیع اور علی بن محمد بن یحییٰ کے بارے میں کچھ نہیں کہا حالانکہ کعبی وغیرہ سے ان کا تعلق اس حدیث سے زیادہ ہے باقی عبدالوہاب بن موسیٰ کے بارے میں پیچھے گزر چکا اور اس میں "عن ابیہ" کا لفظ ثابت ہے اور ان کا اسے مذکورہ سند میں ساقط قرار دینا درست ہے۔ یہ تمام وہ گفتگو ہے جو حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس حدیث اور اس کے راویوں کے بارے میں کی ہے۔ ہم پر اس تمام اور سابقہ گفتگو سے یہی آشکار ہوتا ہے کہ حدیث یقینی طور پر موضوع نہیں اور اس کی وجہ واضح ہے۔ کہ اس کے تمام راویوں میں ایسا کوئی راوی نہیں جس کی جرح پر تمام محدثین متفق ہوں کیونکہ حدیث کا مدار "ابوغزیہ عن عبدالوہاب" پر ہے اور عبدالوہاب کی دار قطنی نے دو مقام پر توثیق کی ہے ایک مقام پر کہا وہ ثقہ ہیں دوسرے مقام پر کہا ان پر کوئی طعن نہیں' حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کو قائم و ثابت رکھا اور کعبی سے بھی ان کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں۔ باقی ان کے اوپر جو راوی ہیں مثلاً" امام مالک تو ان کی جلالت علمی کی بنا پر ان کے بارے میں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہشام اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان عروہ کا ساقط ہونا تو دوسری سند میں وہ ثابت ہیں۔

ا۔ ابوغزیہ کے بارے دار قطنی نے کہا منکر الحدیث ہیں ابن جوزی نے کہا مجہول ہیں۔ ابن یونس نے تو ان کے عمدہ حالات تحریر کئے' مدجالت سے تو وہ نکل گئے۔

۲۔ کعبی کے بارے میں اکثر کہا گیا وہ مجہول ہے۔ مگر وہ تو معروف ہیں۔

۳۔ عمر بن ربیع کے بارے میں مسلمہ بن قاسم نے محدثین سے توثیق نقل کی ہے اور کہا یہ کثیر الحدیث ہیں۔

تو اصول حدیث کے مطابق یہ سند اس اعتبار سے ضعیف ٹھہری نہ کہ موضوع' اور

یہ موضوع کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے متابع موجود ہے جو اس سے بھی عمدہ ہے اور وہ سند احمد بن یحییٰ حضرمی کا ابو غزیہ سے روایت کرنا' یہ طریق اس حوالے سے عمدہ ہے کیونکہ طریق کعبی میں ایسے راوی ہیں جن پر مسلسل کلام ہے مثلاً حلبی' عمر بن ربیع اور کعبی لیکن حضرمی کو صرف مجہول کہا گیا ہے اور وہ بھی اس وقت جب احمد بن یحییٰ پر اکتفا کر لیا۔(یعنی جب اس کے ساتھ حضرمی کہہ دیا جائے تو جہالت از خود ختم ہو جاتی ہے) اور وہ معروف ہوں گے اور اگر اس کو لین (نرم) کہا گیا ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ یہ الفاظ تو تعدیل پر دلالت کرتے ہیں اور ایسے شخص ہی کی حدیث حسن کے درجہ پر ہوتی ہے جبکہ اس کا تابع ہو' اگر یہ روایت میں متفرد نہ ہوتے تو مذکورہ حدیث کو حسن کہہ دیتا' اب حدیث افراد ابو غزیہ میں سے ہے اور اس کا مدار بھی انہیں پر ہے۔

ابن عساکر کی تائید

ابن عساکر کا اس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حدیث منکرؒ میری بات پر حجت ہے کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے اور موضوع کے درمیان فرق واضح ہے جیساکہ اصول حدیث میں معروف ہے۔

اقوی اور معتمد قول

اس حدیث کے بارے میں سب سے قوی اور معتمد قول ابن عساکر کا ہے کیونکہ ابو غزیہ کی روایت پر تبصرہ کیا جاتا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے تو جس حدیث میں یہ متفرد ہوگئے وہ منکر کہلائے گی،کیونکہ منکر اس روایت کو کہا جاتا ہے،جس میں ضعیف راوی ثقہ کی روایت کی مخالفت کرے۔ اس حدیث کا حال بھی یہی ہے اگر اسے ہم احادیث زیارت وغیرہ کے مخالف مان لیں ۔ اور اگر مخالفت کے بجائے موافقت مان لیں تو یہ صرف ضعیف ہو گی اور اس کا درجہ منکر سے اوپر اور اس سے بہتر قابل استدلال ہو گی اور جو منکر سے مرتبہ کے اعتبار سے کم ہو گی اس کا حال بھی اس سے کم ہو گا اور یہ

متروک کا مرتبہ ہے اور متروک حدیث ضعیف کی قسم ہوتی ہے وہ بھی موضوع نہیں ہوتی۔

فصل

حدیث کے تمام طرق میں علت ہے

جس حدیث زیارت پر ذہبی نے صحت کا حکم جاری کیا ہے اس کی تخریج آئمہ ستہ نے نہیں کی بلکہ اسے حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے امام احمد نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں اس طرف اشارہ کیا ہے جن لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے ان کا مقصد صحیح لذاتہ نہیں بلکہ محض اس سند کے اعتبار سے ہے۔ میں نے اس حدیث کے تمام طرق پر غور کیا تو میں نے ان تمام کو معلول (علت والے) پایا۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ

حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ جسے امام حاکم نے بطریق ایوب بن ہانی ان سے مسروق نے ان سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں تشریف فرما ہوئے ہم بھی ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا پھر کچھ قبور کی طرف بڑھے حتی کہ ایک قبر پر پہنچ کر طویل دعا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رونے والا پایا۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رو پڑے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کس لئے رو رہے ہیں؟ ہم بھی اس پر پریشان ہو کر رو پڑے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اندر تشریف لائے اور فرمایا میرے رونے کی وجہ سے تم پریشان

ہوئے؟ عرض کیا ہاں فرمایا جس قبر پر میں نے مناجات کی وہ آمنہ بنت وھب کی قبر تھی میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت قبر کی اجازت چاہی تو اس نے اجازت دیدی پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش کی دعا اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ ملی اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین — نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں۔

(التوبہ ۱۱۳) (المستدرک ۲=۳۶۷)

حدیث میں پہلی علت

امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ذہبی نے مختصر میں اس کا رد کیا اور کہا ایوب بن ہانی کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تو یہ علت جو اس روایت کی صحت میں رکاوٹ ہے۔ ذہبی پہ تعجب ہے کہ انہوں نے میزان میں حاکم کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے اسے کیسے صحیح قرار دے دیا مختصر مستدرک میں خود اس کی مخالفت کی ہے۔

(تلخیص ۲=۳۶۶)

حدیث میں دوسری علت

اس حدیث میں دوسری علت یہ ہے کہ یہ ان مرویات کے مخالف ہے جو صحیح البخاری وغیرہ میں ہے کہ مذکورہ آیت مبارکہ ابوطالب کی موت پر نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی جس سے منع کیا گیا ہے۔ اس بارے میں ترمذی وغیرہ دیگر روایات بھی ہیں کہ فلاں کے بارے میں نازل ہوئی جو قصہ آمنہ کے علاوہ ہے اگر ذہبی حدیث احیاء والدین کو اس حدیث کی بنا پر نہیں مانتے تو اس حدیث (جس کو صحیح کہہ رہے ہیں) کو بھی ایسی احادیث رد کر رہی ہیں جن کی صحت یقینی ہے اور وہ صحیح البخاری وغیرہ کی ہیں۔

۲۔ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو عسفان کی گھاٹی سے اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدہ کی قبر پر حاضر ہوئے آگے تمام روایت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی تھی تو اس میں بھی وہ دونوں علتیں ہیں۔

ا۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

۲۔ یہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔

۳۔ روایت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد اور ابن شاہین نے نقل کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر پر تشریف فرما ہوئے باقی الفاظ سابقہ ہی ہیں۔

امام جریر نے ایک اور سند سے یوں ذکر کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے اور اپنی والدہ کی قبر پر کھڑے رہے حتی کہ سورج گرم ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیدوار تھے کہ اذن مل جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار کریں گے تو سابقہ آیت نازل ہوئی اس حدیث میں بھی علتیں ہیں۔

ا۔ حدیث صحیح کے مخالف ہوئی۔

۲۔ ابن سعد نے طبقات میں اسے ذکر کر کے کہا۔

هذا غلط وليس قبرها بمكة یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی قبر انور مکہ میں

وقبرها بالابواء ہے ہی نہیں بلکہ آپ کی قبر ابواء کے

(الطبقات '۱۱۷:۱ مقام پر ہے۔

تو واضح ہو گیا کہ اس روایت کے تمام طرق میں علت ہے رہا معاملہ نزول آیت کا جس میں استغفار سے منع کیا گیا تو اس آیت اور ان احادیث صحیح میں موافقت ممکن ہے جن میں ابوطالب کا واقعہ مذکور ہے۔

سب سے اصح سند

اس روایت کی سب سے اصح سند حاکم کی ہے جسے انہوں نے بخاری و مسلم کے

شرائط پر صحیح کہا' حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار مسلح لشکر کے ساتھ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لائے اس دن جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے ایسا پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔'

(۔۔۔۔ ٦١=٣)

اس حدیث میں کوئی علت نہیں اور نہ یہ کسی حدیث کی مخالف ہے اور نہ اس میں استغفار پر ممانعت ہے' رہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا تو وہ زیارت قبور کی وجہ سے رقت طاری ہونے پر ہے۔ اس میں عذاب کا دیکھنا ضروری نہیں۔ اس مقام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہی سمجھ عطا فرمائی وللہ الحمد۔

فصل

موضوع کہنے والوں کی تمام علتیں غیر موثر ہیں

حدیث احیاء والدین کے بارے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔

ا۔ یہ موضوع ہے اس کے قائلین یہ آئمہ ہیں' امام دار قطنی' جوزقانی' ابن ناصر' ابن جوزی اور ابن دحیہ۔

۲۔ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں' اس کے قائلین یہ آئمہ ہیں امام ابن شاہین' خطیب بغدادی' ابن عساکر' سہیلی' قرطبی' محب طبری اور ابن سیدالناس' ابن شاہین کے کلام سے ہم نے یہ مدعیٰ یوں حاصل کیا ہے کہ انہوں نے حدیث زیارت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ موضوع ہوتی تو اس کا ناسخ قرار دینا ہرگز درست نہ ہوتا' ہم نے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر اس کی ان تمام علتوں کو پرکھا ہے جو طبقہ اولیٰ (موضوع کہنے والوں نے) نے بیان کی ہیں۔ وہ تمام کی تمام غیر موثر ہیں اسی لئے ہم نے دوسرے لوگوں کے قول (یہ فقط ضعیف ہے) کو ترجیح دی ہے وللہ الحمد

جو کچھ میں نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے۔ موضوع نہیں اس کی موافقت و تائید متاخرین میں سے دمشق کے عظیم محدث حافظ شمس الدین بن ناصر الدین نے بھی کی ہے انہوں نے خطیب کی سند سے یہ حدیث اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولد الھادی" میں ذکر کی اور اس کے بعد یہ اشعار کہے۔

حباللہ النبی مزید فضل
علی فضل وکان به رؤوفا

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبت ہے اور آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر اللہ تعالیٰ مہربان ہے)

فاحیاامہ وکناایاہ لایمان بہ فضلا لطیفا

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ اور والد دونوں کو اس نے زندہ فرمایا تاکہ
وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور یہ کتنا اعلیٰ افضل ہے)

فسلم فالقدیم بذاقدیر وان کان الحدیث بہ ضعیفا

(لوگو مان لو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگر اس میں وارد ہونے والی حدیث ضعیف
ہے۔)

فصل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ دین حنیفی پر تھیں۔

یہ تمام دلائل ان کے زندہ ہو کر ایمان لانے پر تھے میں نے ایک ایسی روایت
بھی جو واضح کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی موت توحید پر
ہوئی تھی۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بطریق زہری ان سے ام سلمہ بنت ابی رھم نے
اپنی والدہ سے بیان کیا میں مرض وصال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ
ماجدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر
مبارک اس وقت پانچ سال تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سراقدس کے
نزدیک تشریف فرماتھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تکتے ہوئے فرمایا۔

بارک اللہ فیک من غلام یا ابن الذی من حومة الحمام

(اے نوجوان تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے
موت سے نجات پائی)

نجا بعون الملک المنعام فودی غداة الضرب بالسهام

(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا)

بمائة من ابل سوام ان صح ماابصرت فی المنام

(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام من عند ذی الجلال والاکرام

(تم لوگوں کی طرف رسول ہو اللہ صاحب جلال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل وفی الحرام تبعث بالتحقیق والاسلام

(تم حرم اور غیر حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا)

دین ابیک البر ابراهام فالله انهاک عن الاصنام

(آپ کے والد ابراہیم کا دین الحق ہے اور اللہ تعالی نے بت پرستی سے منع فرمایا)

ان لاتوالیها مع الاقوام

(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر فرمایا ہر زندہ فنا، ہر نیا پرانا اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں میں فوت ہو رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی رہے گا۔ میں خیر چھوڑے جا رہی ہوں، میں نے پاک کو جنا ہے اس کے بعد آپ فوت ہو گئیں۔ ہم نے جنات سے یہ اشعار سُنے۔

تبکی الفتاة البرة الامنیة ذات الجمال العفة الرزینة

(نیک اور امین خاتون رو دی اور وہ صاحب جمال اور عفیفہ ہیں)

زوجة عبدالله والقرنیة ام نبی الله ذی السکینة

(ان کے شوہر عبداللہ ہیں اور وہ صاحب مقام نبی کی ماں ہیں)

وصاحب المنبر فی المدینة صارت لدی حفرتها رهینة

(وہ نبی مدینہ کے صاحب منبر ہیں اور یہاں اس قبر میں مدفون ہیں)

آپ رضی اللہ تعالی عنہا کا یہ مذکورہ ارشاد گرامی اس پر تصریح ہے کہ آپ موحدہ (توحید پر) تھیں کیونکہ انہوں نے دین ابراہیمی کا ذکر کیا اپنے بیٹے کی بطور نبی

بعثت کا تذکرہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتوں کی پرستش سے منع کرنا اور قوم کی اس میں موافقت نہ کرنا بیان کیا۔ کیا توحید اس کے علاوہ کوئی شی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اعتراف' اس کی الوہیت کو تسلیم کرنا' اس کا کوئی شریک نہ ماننا اور بتوں کی عبادت سے برات وغیرہ اس قدر کفر سے بیزاری اور توحید کا ثبوت بعثت سے پہلے اور جاہلیت میں کافی ہوتا ہے باقی اس سے زائد تفصیلی چیزیں تو وہ بعثت کے بعد کا معاملہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک والد نے موت کے وقت اپنے بیٹوں کو کہا تھا مجھے جلا کر راکھ بنا لینا پھر اسے ہوا میں اڑا دینا پھر کہا

لئن قدر اللّٰہ علی لیعذبنی — اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے قابو پالیا تو وہ مجھے عذاب دے گا۔

علماء نے اس حدیث کے تحت فرمایا یہ کلمات اس کے حکم ایمان کے منافی نہیں کیونکہ اسے قدرت الٰہی میں کوئی شک نہ تھا ہاں اس سے جہالت تھی تو اس نے یہ گمان کیا اگر وہ اس طرح کرے گا تو دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا اور نہ یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے تمام لوگ کافر تھے۔ ان میں بلاشبہ ایک ایسی پوری جماعت تھی جو دین حنیفی پر تھے اور وہ مشرک نہ تھے وہ دین ابراہیمی کے پیروکار تھے اور وہ سراپا توحید ہے۔ مثلاً زید بن عمرو بن نفیل' قس بن ساعدہ اور ورقہ بن نوفل حدیث میں ان تمام کو مومن اور جنتی کہا گیا ہے اس میں کون سی برائی اور بدعت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ایسے لوگوں میں شامل ہوں؟

یہ دین حنیفی پر کیوں تھے؟

آپ کیوں شامل نہ ہوں؟ حالانکہ دین حنیفی رکھنے والوں کی اکثریت نے یہ دین اس لئے اختیار کیا تھا کہ اہل کتاب اور کاہنوں سے انہوں نے سن رکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب آچکا ہے اور حرم سے آئیں گے اور ان کی یہ صفات ہوں گی۔

وام النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من ذلک اکثر مما سمعہ غیرھا

اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ان سے آپ ﷺ کے بارے میں زیادہ سن رکھا تھا۔

بوقت حمل و ولادت نشانیوں کا ظہور

انہوں نے بوقت حمل و ولادت ان آیات اور نشانیوں کا مشاہدہ کیا جنہوں نے ان کو دین حنیفی کی طرف ضرور راغب کیا۔ انہوں نے اس وقت دیکھا کہ ان کے جسم سے نور خارج ہوا' اس کی برکت سے شام کے محلات بھی انہوں نے دیکھے۔ (الوفاء [illegible])

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کہنا ہے کہ شق صدر کے بعد خوف کی وجہ سے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے پاس لائی اور کہا مجھے ان پر شیطان کا خوف ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ نے فرمایا۔

کلا واللہ ماللشیطان علیہ سبیل وانہ لکائن لابنی ھذا شانٌ (الوفاء [illegible])

ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میرے بیٹے کی عظیم شان ہے۔

اور اس طرح کے دیگر کلمات بھی ارشاد فرمائے اپنے وصال کے سال مدینہ طیبہ ساتھ لے گئیں اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے یہود کی گفتگو سنی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں گواہی بھی تھی پھر وہاں سے مکہ لوٹیں تو راستہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ (الوفاء ۱/۸۷)

یہ تمام چیزیں اعلان کر رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ اپنی زندگی میں دین حنیفی پر ہی تھیں۔

فصل

سوال:۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ توحید پرست اور دین حنیفی پر تھیں حالانکہ حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ

سے ان کے لئے استغفار کی اجازت مانگی تو اجازت نہ ملی' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے میری والدہ تمہاری والدہ کے ساتھ ہے تو یہ دونوں مذکورہ بات کے مخالف ہیں۔

جواب:۔ تم یہ جواب دے سکتے ہو کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے اور زندہ ہو کر ایمان لانے کا واقعہ بعد کا ہے اور وہ ناسخ ہے اور یہ منسوخ ہیں۔

لیکن اس کا کیا جواب کہ توحید پر موت بہر صورت عذاب کے منافی ہوتی ہے۔

سیوطی کا خوبصورت جواب

میں کہتا ہوں خوبصورت جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے" اس وحی سے پہلے کا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے جنتی ہونے کے بارے میں آگاہ کیا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبع کے بارے میں فرمایا میں نہیں جانتا تبع مومن تھا یا نہیں؟ لیکن امام حاکم اور ابن شاہین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبع کے بارے میں وحی نازل ہونے کے بعد فرمایا تبع کو گالی نہ دو کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ اسے ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں حضرت سہل بن سعد اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا الغرض پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے بارے میں بتایا نہیں گیا تھا یا ان تک ان کا قول نہیں پہنچا جو موت کے وقت انہوں نے کہا تھا۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ نہ رہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت پانچ سال کے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاعدہ جاہلیت کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا تمہاری ماں کے ساتھ ہے پھر بصورت وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے مقام سے آگاہ کر دیا گیا۔ اس کی تائید حدیث کے آخری الفاظ کرتے ہیں۔

ماسالتهماربی فیعطینی — میں نے اپنے رب سے اپنے والدین کے بارے میں عرض کیا تو اس نے عطا فرمایا
(الناسخ والمنسوخ ۲۸۴)

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ ابھی تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کے درمیان اس معاملہ پر گفتگو نہیں ہوئی جو بعد میں ہوئی۔

استغفار کے عدم اذن سے کفر لازم نہیں آتا

رہا استغفار کی اجازت کا نہ ملنا تو اس سے ان کا کفر لازم نہیں آتا کیونکہ ابتداء اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقروض کا جنازہ پڑھنے اور اس کے استغفار سے منع فرمایا تھا حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا ہے اس کی حکمت یہ بیان ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استغفار فی الفور قبول ہو جاتی ہے تو جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استغفار کر دی اور نماز جنازہ پڑھا دی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا حالانکہ مقروض قرضہ کی ادائیگی تک اپنے مقام جنت سے محبوس و دور رہتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

نفس المومن معلقة بدینه حتی یقضی — مومن کا نفس قرض کی ادائیگی تک معلق ہی رہتا ہے۔

تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ باوجودیکہ وہ توحید پرست تھیں جنت سے برزخ میں ایسے امور کی وجہ سے رکی ہوں جو کفر نہ ہوں' اس بات کا تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استغفار کی اجازت نہ دی جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں اجازت دے۔

ایک اور عمدہ جواب

ان دونوں احادیث کا یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ آپ بلاشبہ موحدہ تھیں مگر ان تک معاد و بعثت کا معاملہ نہ پہنچا تھا اور یہ بہت بڑی اصل ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا تاکہ بعثت اور تمام شریعت پر ایمان لائیں یہی وجہ ہے کہ ان کے احیاء کو حجۃ

الوداع تک مؤخر کر دیا گیا تاکہ شریعت کی تکمیل ہو جائے جب یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم — آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

(المائدہ ۳)

تو ان کو زندہ کر دیا گیا اور وہ تمام نازل تعلیمات پر ایمان لائیں یہ معنی اور حقیقت نہایت ہی نفیس اور عمدہ ہے۔

فصل

تمام انبیاء کی مائیں مومن ہیں

میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں تحقیق کی ہے میں نے ان تمام کو مومن پایا تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا بھی مومن ہونا ضروری ہے۔ اس کے بیان میں اجمال و تفصیل دونوں ہیں۔

ان کا تفصیلی تذکرہ

تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مومن ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے، علماء کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے کہ یہ نبی تھیں کیونکہ سورۃ الانبیاء میں ان کا تذکرہ نبیوں سے متصل ہوا ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ بعض نے ان کے بارے میں کہا وہ نبی تھیں کیونکہ ملائکہ نے ان سے خطاب کیا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی والدہ کا تذکرہ قرآن میں ہے ان کے بارے میں بھی نبی ہونے کا منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

واوحینا الی ام موسی — اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی۔

(القصص ۷)

حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ حضرت حواء علیہما السلام تمام انسانوں کی ماں ہیں ان کے نبی ہونے کا بھی قول موجود ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمان پر احادیث و آثار شاہد ہیں اس طرح حضرت یعقوب

اور ان کی اولاد کی ماؤں کے بارے میں بھی' اس طرح حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت شمویل' حضرت شمعون اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں بھی آثار موجود ہیں۔

بعض مفسرین نے حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کی تصریح کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی	اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور میرے والدین کو۔ (نوح '۲۸)

امام کرمانی نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والد سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی کافر نہ تھا۔ پھر ایک نادر قول ذکر کیا کہ ان کے والدین کافر تھے۔

میں کہتا ہوں پہلا ہی قول درست ہے مذکورہ روایت کو ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان تمام آباء مسلمان تھے۔ ایک پوری جماعت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ ابن حیان نے البحرالمحیط میں تفسیر سورۃ ابراہیم میں اس کو ترجیح دی ہے ان کا اسم گرامی تو ما ہے یہ ارفخشند بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان دونوں کا تذکرہ ابن سعد نے طبقات میں کیا ہے۔

اجمالاً تذکرہ یہ ہے

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا' بنی اسرائیل کے انبیاء کی تعداد دس ہے۔ حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت لوط' حضرت شعیب' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسرائیل کی اولاد تمام کے تمام مومن تھے ان میں کوئی کافر نہیں یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی تو ان کیساتھ کچھ لوگوں نے کفر اختیار کیا تو بنی

اسرائیل کے تمام انبیاء کی مائیں مومن ٹھہریں ان میں عیسٰی علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت ہے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باقی حضرت ہود حضرت صالح' حضرت لوط' اور حضرت شعیب علیہم السلام کی ماؤں کا معاملہ تو ان کے ایمان پر نقل یا دلیل کی ضرورت ہے۔ اللہ کی توفیق سے ان کا ایمان ہی ظاہر ہے تو اس استدلال سے تمام کا اہل ایمان ہونا ثابت ہو گیا اس میں راز یہی ہے کہ وہ خصوصی نور کا مشاہدہ کیا کرتیں تھیں جیسا کہ حدیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اب تیسری دلیل

مذکورہ گفتگو سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے دوزخی نہ ہونے، دین حنیفی پر ہونے اور زندہ ہو کر ایمان لانے پر دو دلائل آ چکے۔ اب اس سے تیسری دلیل بھی ملاؤ وہ یہ ہے کہ آپ اہل فترت میں سے تھیں اور اہل فترت کے بارے میں احادیث معروف و مشہور ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵)	اور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیجیں۔

صاحب مراۃ الزمان نے اپنے دادا ابن جوزی سے حدیث سابق کے تحت نقل کیا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیجیں" تو ایک جماعت کا خیال ہے کہ

والدعوة لم تبلغ اباه وامه فما ذنبهما

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو دعوت دین نہیں پہنچی تو ان کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

فصل

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں ہے ابو لہب کو خواب میں دیکھا گیا تو اس نے بتایا مجھے موت کے بعد کوئی خیر نہیں ملی سوائے اس کے جو ثویبہ کی آزادی کی وجہ سے مجھے پلایا جاتا ہے۔ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی اس نے اسے آزاد کر دیا تھا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا جب ابولہب کو اس کی آزادی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو رہی ہے حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شدید عداوت رکھتا تھا جس کی وجہ سے وہ شدید عذاب میں مبتلا تھا۔

فماظنك بمن حملته في بطنها تسعة شهوروارضعته اياماوربته سنين وهي امه

تو تمہارا اس خاتون کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے بطن میں نو ماہ آپ ﷺ تشریف فرما رہے اور انہوں نے آپ ﷺ کو کئی دن دودھ بھی پلایا اور کئی سال تربیت کی اور وہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

فصل

پانچویں دلیل

ابن جوزی نے سند کے ساتھ بیان کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرماتا ہے میں نے تیری اس صلب پر آگ حرام

کر دی ہے جس پشت اور رحم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما رہے اور جس نے کفالت کی صلب سے مراد عبداللہ بطن سے مراد سیدہ آمنہ گود سے مراد چچا ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس کی سند وہی کچھ ہے جو تو دیکھ رہا ہے ابوالحسن علوی غالی رافضی ہے۔

میں نے کہا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں' صحابیہ ہیں بلکہ ہجرت کرنے والی ہیں۔ (الموضوعات' ۱=۲۸۳)

فصل

ان لوگوں پر تعجب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو یقینی طور پر دوزخی کہتے ہیں اور یہ دلیل دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے" اس طرح فرمایا "میرا والد اور تیرا والد آگ میں ہے" اور اس طرح کی دیگر روایات اور ان کے مقابل روایات کو کلیۃً مسترد کر دیتے ہیں۔

اس مسئلہ کی ایک بہت خوب نظیر ہے جس میں لوگوں کا اختلاف ہے اور وہ مشرکین کے بچوں کا معاملہ ہے متعدد احادیث میں اس بات پر جزم ہے کہ وہ آگ میں ہیں بہت کم احادیث میں ہے کہ وہ جنت میں ہیں جمہور علماء نے جنتی ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ ان میں سے امام نووی فرماتے ہیں مذہب صحیح اور مختار جس پر تحقیق ہے وہ یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وماکنامعذبین حتی نبعث رسولا اور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج لیں (الاسراء)

جب دعوت کے نہ پہنچنے کی وجہ سے بالغ شخص پر عذاب نہیں تو غیر بالغ پر بطریق اولیٰ عذاب نہ ہو گا امام نووی کے علاوہ محدثین نے فرمایا بچوں کے بارے میں جو احادیث دوزخ ہیں' وہ منسوخ ہیں' جنتی احادیث سے یعنی یہ اس کی ناسخ ہیں اس چیز کو وہ روایت واضح کر دیتی ہے جسے امام ابن عبدالبر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

مشرکین کے بچوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا وہ اپنے آباء میں سے ہیں۔ پھر دوسری دفعہ پوچھا تو فرمایا ان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اسلام کے تفصیلی احکام نازل ہونے کے بعد پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتزروازرة وزراخری اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا (الاسراء ۱۵) بوجھ نہ اٹھائے گی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ فطرت پر یا فرمایا وہ جنت میں ہے تو یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ دوزخ والی روایت منسوخ ہیں' اس طرح وہ روایات (جو بتاتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں) منسوخ ہیں ان کا منسوخ یا تو زندہ ہو کر ایمان لانا ہے اور اس وحی کا نزول کہ اہل فترت پر عذاب نہیں ہوتا' بچوں کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم ان پر کوئی حکم نافذ نہیں کر سکتے۔

امام شافعی اور آئمہ سے یہی منقول ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں عرض کیا تو فرمایا

اللّٰہ اعلم بما کانوا عاملین ان کے اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ایمان لاتا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ زندہ رہنے کی صورت میں کفر اختیار کرتا اسے دوزخ میں داخل فرمائے گا۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں کہا جائے بلکہ ان کا بہت زیادہ احترام کیا جائے کہ اگر وہ بعثت نبوی تک دنیا میں رہتے تو ایمان لانے میں سبقت کرتے اور وہ اس طرح اہل جنت ہوتے۔

بچوں کے بارے میں ایک قول

مشرکین کے بچوں کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں ان کا امتحان ہو گا' جو اطاعت کرے گا وہ جنت میں اور جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' امام بیہقی نے اس کو صحیح کہا' اہل فترت کے حوالے سے بھی بعینہٖ اسی طرح کی احادیث وارد ہیں۔

ا۔ امام بزار اور ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا روز قیامت چار آدمیوں کو لایا جائے گا۔ بچہ' پاگل' زمانہ فترت میں فوت ہونے والا' شیخ فانی' تمام اپنی دلیل پیش کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو فرمائے گا' آگ سے اپنے آپ کو بچالو۔

اور فرمائے گا میں نے اپنے دیگر بندوں کی طرف رسول بھیجے مگر تمہاری طرف میں خود رسول تھا اس میں داخل ہو جاؤ' جس پر شقاوت لکھی ہو گی وہ کہے گا اے رب کیا ہمیں تو اس میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم علم ہی نہیں رکھتے تھے؟ اور جس پر سعادت لکھی ہو گی وہ اس میں جلدی سے کود پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی تم نے میرے رسولوں کی اس سے کہیں بڑھ کر نافرمانی کرتے تو ایک طبقہ جنت میں جبکہ دوسرا دوزخ میں جائے گا۔

۲۔ امام احمد اور ابن راہویہ نے مسانید میں اور بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں کو روز قیامت حجت پیش کریں گے' ایک وہ شخص جو بہرہ تھا دوسرا وہ جو احمق تھا تیسرا نہایت بوڑھا اور چوتھا زمانہ فترت پر فوت ہونے والا۔۔۔۔ تو جو فترت میں فوت ہونے والا ہو گا وہ عرض کرے گا میرے پاس تیرا رسول نہیں آیا تو اس سے اطاعت کا عہد لے کر اسی کی طرف رسول بھیجے گا جو اسے آگ میں داخل ہونے کا حکم دے گا تو ان میں سے جو آگ میں داخل ہو جائے گا اس میں وہ گل و گلزار بن جائے گی اور جو داخل نہ ہو گا اسے اس میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسند احمد' ۴۔ ۲۶۳)

۳۔ امام بزار نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' زمانہ فترت میں فوت ہونے والے' احمق' اور بچے کو لایا جائے گا' فترت میں فوت ہونے والا کہے گا میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول' احمق کہے گا' مجھے تو نے عقل نہیں دیا کہ میں خیر یا شر کی پہچان کر سکوں' بچہ کہے گا میں نے عمل کا دور ہی نہیں پایا' ان کے سامنے آگ لائی جائے گی ان سے کہا جائے گا اس میں چلے جاؤ وہ اس میں چلا جائے گا' جس کے بارے اللہ کے علم میں سعادت تھی اگر وہ عمل کا دور پاتا۔ اور وہ رک جائے گا جس کے بارے میں اللہ کے علم میں شقاوت تھی اگر وہ عمل کا دور پاتا۔

۴۔ امام بزار نے ہی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا روز قیامت اہل جاہلیت اپنی پشتوں پر بتوں کو اٹھا کر لائیں گے ان کا رب ان سے پوچھے گا تو وہ کہیں گے ہم تک تیرا رسول اور تیرے احکام نہیں پہنچے اگر کوئی تیرا رسول آ جاتا تو ہم اطاعت کرتے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میں یہاں تمہیں کوئی حکم دوں تو اطاعت کرو گے۔ الخ

۵۔ طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح روایت کیا اس سلسلہ میں اور بھی احادیث موجود ہیں ایسے مسائل میں یہ عمدہ ہیں۔ فقہاء نے انہی پر اصول وضع کرتے ہوئے کہا اہل فترت میں سے کسی پر دوزخی ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ وہ مشیت الٰہی کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں صراحت ہے کہ اہل جاہلیت کے بت پرستوں کا معاملہ یہ ہو گا تو جن سے بت پرستی ثابت نہیں تو ان کا معاملہ تو بطریق اولیٰ ایسا ہونا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین سے اہل جاہلیت کی طرح بت پرستی ہرگز ثابت نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی اہل سے ثابت نہیں بلکہ ثابت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد سے بت پرستی کی نفی ہے جیسا کہ عنقریب آرہا ہے۔

ابن دحیہ کا رد

ان احادیث سے ابن دحیہ کا قول بھی رد ہو جاتا ہے کہ موت کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا جب اہل فترت کو آخرت میں ایمان نفع دے رہا ہے حالانکہ وہ دار تکلیف نہیں اور انہوں نے دوزخ کا مشاہدہ بھی کر لیا تو زندہ ہو کر دنیا میں آنا اور ایمان لانا بطریق اولیٰ نافع ہو گا اگر دنیا میں زندہ ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے گا کہ روز قیامت امتحان کے وقت انہیں اطاعت نصیب ہو گی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے خوشی نصیب ہو۔

(فصل)

ایک اہم نکتہ

مجھ پر ایک بہت ہی اہم نکتہ آشکار ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ولاتزروازرۃ وزراخری وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء ۱۵) — اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

یہاں دو جملوں کو اکٹھا کیا گیا ہے پہلے کا تعلق مشرکین کے بچوں کے ساتھ ہے جب یہ نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح کر دیا کہ وہ جنتی ہیں حالانکہ پہلے فرمایا تھا وہ دوزخی ہیں جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں آ چکا ہے۔ دوسرے جملہ کا تعلق اہل فترت سے ہے اہل فترت اور بچے عدم عذاب میں دو امور میں شریک ہیں۔

۱۔ انہیں دعوت نہیں پہنچی' بچوں کو ایسا عقل نہیں ملا جو ادراک کرتا اور اہل فترت تک کوئی چیز پہنچی ہی نہیں۔

۲۔ وہ مکلف نہیں اور وہ بچوں کا بالغ ہونا ہے اور اہل فترت کے بارے میں شریعت نے کما دعوت پہنچے بغیر ان پر کوئی حکم نہیں ہو گا۔

اس لئے دونوں جملوں کو ملایا گیا اور قرآن کریم کے اسرار و رموز کے عجائبات میں سے ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے جملے کے پیش نظر فرمایا اہل فترت کا آخرت میں امتحان ہو گا انہیں فی الفور عذاب نہیں ہو گا حالانکہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداءً ایسی خبر دے چکے تھے جس کا تقاضا ان کا دوزخی ہونا تھا۔ تو دونوں (بچے اور اہل فترت) کے بارے میں پہلے اطلاع ایک ہی تھی۔ دونوں کے بارے میں دو جملے نازل ہوئے تو اس کے بعد بھی دونوں کے بارے میں ایک ہی رائے سامنے آئی وہ یہ کہ انہیں عذاب نہیں ہو گا۔

امام نووی اور محققین نے بچوں کے بارے میں اسے صحیح قرار دیا' دوسرے لوگوں نے کہا نہیں بچوں کا بھی امتحان ہو گا۔ اہل سنت کا اہل فترت کے بارے میں یقینی موقف یہی سامنے آیا ہے کہ ان کا امتحان ہو گا تو اب یہ ماننا لازمی ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو عذاب نہیں ہو سکتا' ہاں بچوں کے بارے میں اختلاف ہوا ان میں بھی صحیح یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا کہ اہل فترت پر عذاب نہیں بلکہ ان کا امتحان ہو گا اس پر وہ روایت شاہد ہے جسے امام عبدالرزاق' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا' روز قیامت اللہ تعالی اہل فترت' احمق' بہرے' گونگے اور بہت بوڑھے جنہوں نے اسلام نہیں پایا انہیں جمع فرمائے گا' پھر ان کی طرف رسول بھیجے گا تو جسے توفیق نصیب ہو گی وہ اطاعت کرے' پھر راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا' بطور استدلال تم یہ آیت کریمہ تلاوت کر سکتے ہو۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء ۱۵) اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اس روایت کی سند بخاری و مسلم کے شرائط پر ہے اور ایسی بات صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لہذا یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ (جامع البیان ۱۵/۷۰)

فصل

قبل از دعوت لوگوں کے بارے میں اہل سنت کا موقف

اہل اصول نے قطعی طور پر بیان کیا، منعم کا شکر عقلی طور پر لازم نہیں ہوتا ہاں معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔ شیخ الکیا ہراسی وغیرہ نے کہا شکر منعم سے مراد اوامر کا بجا لانا اور نواہی مثلاً کفر وغیرہ سے اجتناب ہے۔

ابن سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں لکھا ہمارے بعض اصحاب مثلاً ابن سریج، صیرفی، قفال کبیر، ابن ابی ہریرہ اور قاضی ابو حامد نے معتزلہ کی موافقت کی ہے لیکن قاضی ابو بکر باقلانی نے التقریب میں، استاذ ابو اسحاق نے اصول میں، شیخ ابو حامد جوینی نے شرح رسالہ میں، معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنے والوں کے بارے میں یہ عذر بیان کیا ہے کہ ان کا علم کلام میں مطالعہ پختہ نہیں، انہوں نے معتزلہ کی کتب کا مطالعہ کیا انہیں ان کا یہ جملہ "منعم کا شکر عقلاً لازم ہے" بھلا لگا تو غفلت میں ان کی موافقت کر دی کیونکہ ہم جانتے ہیں وہ ہرگز معتزلہ کا ساتھ دینے والے نہیں اور نہ ہی ان کے مقاصد پر وہ معاون ہیں۔ ابن سبکی نے کہا یہ کلام قفال کبیر کو چھوڑ کر حق ہے کیونکہ وہ علم کلام کے امام ہیں، ہاں یہ ہوا کہ پہلے وہ معتزلی تھے انہوں نے یہ بات کی لیکن بعد میں انہوں نے اعتزال سے رجوع کر لیا تو اس سے بھی ان کا رجوع ثابت ہو جائے گا۔

ابن سبکی نے یہ بھی کہا شکر منعم کے قاعدہ پر دعوت نہ پہنچنے والوں کا مسلک بھی متفرع ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ ناجی فوت ہو گئے ان کے ساتھ دعوت اسلام سے پہلے جہاد جائز نہیں، ورنہ کفارہ اور دیت لازم ہو گی لیکن صحیح قول کے مطابق ان کے قاتل پر قصاص نہ ہو گا کیونکہ مقتول مسلمان نہیں۔

یہ عبارت اہل فترت کے ناجی ہونے، دوزخ میں داخل نہ ہونے اور جنت میں داخل ہونے پر شاہد ہے باوجودیکہ اس پر مسلمان کا اطلاق نہ ہو گا۔

فصل

امام زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں "شکر منعم عقلاً واجب نہیں" پر قرآن سے

تین دلائل ذکر کیے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔

ذالک ان لم یکن ربک مهلک القری بظلم واهلها غفلون (الانعام' ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ وہ کافر تھے۔

یعنی ان کے پاس رسول اور شریعتیں نہ پہنچیں۔

۳۔ تیسرا فرمان باری تعالیٰ ہے۔

ولولا ان تصیبهم مصیبة بما قدمت ایدیهم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیتک ونکون من المؤمنین (القصص' ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت' اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا' تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

میں کہتا ہوں امام ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اس آخری آیتہ کے تحت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص: ۴۷)

اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

اس سلسلے میں یہ آیات بھی شاہد ہیں۔

وما کان ربک مهلک القری حتی یبعث فی امها رسولا یتلوا علیهم آیتنا وما کنا مهلکی القری الا واهلها ظلمون (القصص: ۵۹)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا' جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے' جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

باری تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے۔

ولو انا اهلکنهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیتک من قبل ان نذل ونخزی (طه: ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

امام ابن ابی حاتمؒ اس آیت مبارکہ کے تحت حضرت عطیہ عوفی سے نقل کیا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا اے میرے رب میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صالحا غيرالذى كنا نعمل اولم نعمركم مايتذكر فيه من تذكر وجاءكم النذير (الفاطر، ۳۷)

اور وہ اس میں چلاتے ہونگے۔ اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ان کے خلاف عمر اور رسولان کرام کی وجہ سے حجت پیش کی جائے گی۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

رسلا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل وكان الله عزيزا حكيما (النساء، ۱۶۵)

رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم نے سدی سے اس آیت کے تحت نقل کیا کہ وہ لوگ کہیں گے تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا۔ (جامع البیان، ۳=۲۰)

اہم سوال و جواب

اگر اعتراض ہو کہ اہل فترت کو ان لوگوں کے حکم میں شامل کیسے کیا جائے جنہیں دعوت نہیں پہنچی اور بعثت سے پہلے تھے کیونکہ اس دور میں سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کی شریعت موجود تھی؟

میں جواباً گزارش کرتا ہوں بہت سے دلائل شاہد ہیں کہ عرب اس شریعت کے مخاطب نہ تھے اور نہ ہی اس کے احکام کی بجاآوری کے یہ مکلف تھے یہی وجہ ہے کہ اہل فترت کے بارے میں صراحۃً احادیث وارد ہیں؛ اگر وہاں مراد بعثت سے پہلے کے

لوگ ہیں تو پھر تو کسی رسول کا دنیا میں آنا ہی نہیں ہو گا کیونکہ ایسے لوگوں کا وجود محال ہے اس لئے جو دور فترت ہے اس سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام تک نبی ہیں وہ خود اول الانبیاء ہیں اور ان سے پہلے بشر تھا ہی نہیں' قرآن کریم بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔

وھذا کتاب انزلناہ مبرک فاتبعوہ واتقوالعلکم ترحمون ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا' وان کنا عن دراستھم لغفلین

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو۔ اور پرہیزگاری کرو تاکہ تم پر رحم ہو۔ کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی۔ اور ہمیں پڑھنے' پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

(الانعام' ۱۵۵'۱۵۷)

امام ابن ابی حاتم' ابن منذر اور ابوالشیخ نے مجاہد سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا یہود و نصاریٰ نے کہا وہ ڈرتے ہیں کہ قریش انہیں یہ کہیں۔

اس سے وہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے کہ شرح مسلم میں اسی حدیث کے تحت ہے

ان ابی وایاک فی النار — میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہے۔

کہ اہل جاہلیت پر دعوت نہ پہنچنے والوں کا حکم جاری نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت موجود ہے۔ یہ جاری کیوں نہیں کیا جا سکتا جبکہ سابقہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں ہے۔

اذاکان یوم القیامة جاء اھل الجاھلیة یحملون اوثانھم علی ظھورھم

روز قیامت اہل جاہلیت اپنے بتوں کو پشتوں پر اٹھائے آئیں گے۔

(المستدرک ۳۳۳/۳)

اور پھر بقیہ حصہ بیان ہوا جس میں امتحان کا تذکرہ ہے۔

تو یہ روایات زیر بحث مسئلہ میں نص کا درجہ رکھتی ہیں اور بقیہ حدیث کہ اہل

فترت پر شاہد ہے اور وہ زمانہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کا عرصہ ہے وہ لوگ جنہیں دعوت نہیں پہنچی وہ اہل فترت نہیں تو کون ہوسکتے؟

امام رافعی اور تین احوال

امام رافعی نے "الروضہ" میں لکھا' جس کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہیں پہنچی اسے دعوت اسلام اور پیغام کے بغیر قتل کرنا جائز نہیں' اگر کسی نے ایسے شخص کو قتل کر دیا تو اس پر یقیناً ضمان لازم ہو گی۔ کیسے ضمانت نہ ہو گی اس کی جسے دعوت نہیں پہنچی اور وہ ایمان نہ لایا' رہا معاملہ کفارہ کا تو وہ تو بلا امتیاز لازم ہوتا ہے پھر ایسے لوگوں کے تین احوال ہیں۔

۱۔ جسے کسی نبی کی اصلاً دعوت نہیں پہنچی' صحیح قول کے مطابق اس کا قصاص نہ ہو گا ہاں قتال لازم کرتے ہیں' کیا مجوسی ذمی یا مسلم کی دیت لازم ہو گی' دو قول ہیں اصح پہلا قول ہے۔

۲۔ کسی دین کو مانتا ہے نہ اس نے تبدیلی کی اور اسے اس کے کچھ مخالف پہنچا اور اصح قول پر قصاص نہیں' بعض نے کہا مسلمان والی دیت یا اس دین والے کی دیت کے مطابق لازم ہو گی ان دونوں میں دوسرا اصح ہے۔

۳۔ جو ایسے دین کے قائل تھے جو تبدیل ہو گیا لیکن اس کے مخالف کچھ نہ پہنچا تو اب قطعاً قصاص نہیں اور اصح قول کے مطابق دیت مجوسی لازم ہو گی۔

کیا ایسے لوگ موجود ہیں؟

یہ ممکن نہیں کہ ایسے لوگ اطراف زمین پر موجود ہوں جنہیں یہ بات اصلاً نہ پہنچی ہو کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر کوئی نبی مبعوث ہی نہیں فرمایا' حالانکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور ان کے واقعات نہایت ہی معروف ہیں اگر صرف حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہی ہوتی تو وہ ساڑھے نو سو سال اس زمین پر اقامت پذیر رہے اور طوفان آیا اس نے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا اگر

ہم مطلقاً کسی نبی کا وجود تسلیم کریں تو ایسے لوگوں کا وجود محال ہو جائے گا اور وہ تمام احادیث وآثار جو صحیح و کثرت کے ساتھ منقول ہیں ان کا باطل ہونا لازم آئے گا' اور ان کے بارے میں یہی حکم ہو گا کہ وہ امتحان کے بغیر تمام کے تمام دوزخ میں جائیں گے۔ حالانکہ اہل فترت کے بارے میں احادیث صحیحہ ثابت و منقول ہیں۔

مزید وضاحت

اگر آپ کہیں کہ مسئلہ خوب واضح نہیں ہوا' مزید وضاحت فرما دیں' میں کہتا ہوں چند امور ہیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد مدت و زمانہ بڑا طویل ہے' عربوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ان دونوں کے دین میں تبدیلی آ چکی تھی' زمانہ طویل ہوتا گیا اور ان کی شریعت صحیح نقل کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ لوگ اسی متبدل اور متغیر شریعت میں رہے حتی کہ لوگ پیدا ہوتے تو اسے ہی پاتے انہوں نے دین ابراہیمی کو حقیقۃً نہیں پایا اور نہ ہی ایسے آدمی کو جو انہیں صحیح خبر دیتا۔ تو ایسے لوگوں پر یہ بات صادق آتی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی' یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کو عجیب محسوس کیا اور کہا یہ نیا دین لے آئے ہیں جو پہلے معروف نہیں انہوں نے یہ کہا

ان ھذا لشئی عجاب وانطلق الملأ منھم ان امشوا واصبروا علی آلھتکم ان ھذا لشئی یراد ماسمعنا بھذا فی الملۃ الاخرۃ ان ھذا الا اختلاق (ص ۵تا۷)	بے شک یہ عجیب بات ہے اور ان کے سردار چلے کہ اس کے پاس سے چل دو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو۔ بے شک اس میں اس کا کوئی مطلب ہے۔ یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی تو یہ نری نئی گھڑت ہے۔

دوسرے مقام پر ہے کہ انہوں نے کہا۔

انا وجدنا آباء نا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون
(الزخرف ۲۲)

کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔

اگر ان کے پاس انبیاء علیہم السلام کی صحیح حالت میں دعوت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو پہچان لیتے کہ یہ انہیں کے مطابق ہے یہی وجہ ہے اہل کتاب کی شہادت کی بنا پر بہت سے عربوں نے اسلام قبول کر لیا ان کا کفر صانع اور اس کی الوہیت کا انکار نہ تھا۔ نہ ہی وہ بتوں کے بارے میں خالق و مدبر ہونے کا دعوی کرتے تھے جیسا کہ نمرود اور اس کی قوم نے کیا بلکہ وہ الوہیت کا اقرار کرتے تھے اللہ ہی کو خالق و مدبر مانتے تھے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے۔

ولئن سألتھم من خلقھم لیقولن اللہ (الزخرف۔ ۸۷)

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔

ہاں یہ عقیدہ رکھتے کہ بت اللہ تعالی کے ہاں ان کی شفاعت کریں گے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

مانعبدھم الالیقربونا الی اللہ زلفی (الزمر ۳)

کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لئے پوجتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔

وہ تلبیہ یوں کہتے تھے۔

لبیک لاشریک لک الاشریکا ھولک تملکہ وما ملک

میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

اللہ تعالی نے انہیں کے بارے میں فرمایا۔

وما یؤمن اکثرھم باللہ الاو ھم مشرکون (یوسف ۱۰۶)

اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

تو اس سے واضح ہو گیا ان کا کفر باری تعالی کے ساتھ شریک بنانا تھا نہ کہ وجود باری تعالی کا انکار تھا۔ اور یہ سارا کچھ ان کی ان تعلیمات سے جہالت کی وجہ سے تھا جو انبیاء لے کر تشریف لاتے تھے اور وہ ان تک صحیح طور پر نہ پہنچ سکا تھا' اللہ تعالی کا یہ ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے۔

یاھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ماجاء نا من بشیر ولانذیر فقد جاء کم بشیر و نذیر (المائدہ ۱۹)

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا' تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے۔

جب اللہ تعالی نے اہل کتاب کو معذور سمجھتے ہوئے فترت کے بعد رسول بھیجا تاکہ ان پر تعلیمات کو واضح کرے جو ان کے پادریوں نے بدل دی اور چھپا دی تھیں تاکہ اہل کتاب یہ نہ کہہ سکیں۔

ماجاءنا من بشیر ولانذیر (المائدہ ۱۹)

کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا۔

حالانکہ اہل کتاب شریعت موسٰی علیہ السلام کے یکلخت عالم تھے۔ ہاں انہوں نے اپنے بڑوں کی تقلید کرتے ہوئے اس میں تبدیلیوں کو قبول کر لیا تھا اور اب وہ حق اور

باطل میں امتیاز کرنے کے اہل نہیں رہے تھے۔

فماظنک بالعرب الامیین لیسوا اهل الکتاب ولا یدرون الکتاب.	اب تمہارا ان عربوں کے بارے میں کیا خیال ہو گا جو امی تھے، نہ وہ اہل کتاب تھے بلکہ جانتے نہ تھے کتاب کیا ہوتی ہے۔

امام نووی کے کلام کا صحیح مفہوم

شرح مسلم میں امام نووی نے اس حدیث "ان ابی واباک فی النار" کے تحت جو گفتگو کی ہے کہ جو لوگ زمانہ فترت میں فوت ہوئے اور وہ عربوں کی طرح بت پرست تھے وہ دوزخی ہیں اور انہیں یہ عذاب قبل از دعوت نہیں کیونکہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی، میرے نزدیک اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں استدلال نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو سائل کے والد کے بارے میں استدلال کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں کوئی حکم لگانے سے انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ (شرح مسلم ج۱ص۱۱۴)

فصل

مذکورہ حدیث میں دو علتیں

مذکورہ حدیث "ان ابی واباک فی النار" میں مجھ پر دو علتیں آشکار ہو[ئی] ہیں۔

۱۔ سند کے لحاظ سے۔ اسے مسلم اور ابوداؤد نے بطریق حماد بن سلمہ انہوں نے ثابت سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا میرا والد کہاں ہے فرمایا آگ میں، جب وہ واپس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے طلب کیا اور فرمایا "ان ابی واباک فی

فی النار" یہ روایت مسلم کے تفردات میں سے ہے بخاری میں نہیں۔ اور مسلم کے تفردات میں کلام ہے اور یہ روایت بھی انہی میں سے ہے۔

۲۔ حضرت ثابت اگرچہ امام وثقہ ہیں لیکن ابن عدی نے کامل میں ضعفاء میں ذکر کر کے کہا ان سے متعدد احادیث میں نکارت واقع ہوئی ہے اور یہ ان سے روایت کرنے والوں کا قصور ہے۔ کیونکہ ان سے ضعیف راویوں نے بھی روایت کیا ہے۔ ذہبی نے یہی بات میزان میں ذکر کی ہے۔

۳۔ حماد بن سلمہ اگرچہ امام، عابد، عالم ہیں لیکن پوری جماعت نے ان کی روایت میں کلام کیا ہے۔ بخاری نے ان سے خاموشی اختیار کرتے ہوئے اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نہیں لی، حاکم نے المدخل میں کہا مسلم نے اصول میں حماد بن سلمہ سے سوائے حدیث ثابت کے کوئی روایت نہیں ذکر کی، ہاں مسلم نے شواہد میں ایک جماعت کے حوالے ان سے حدیث لی ہے۔ ذہبی کا قول ہے حماد ثقہ، ان سے کثیر منکر احادیث ہیں یہ محفوظ نہ رکھ سکتے تھے، یہ بھی لوگوں نے کہا ان کی کتب میں کمی و بیشی ہوئی تھی یہ بھی منقول ہے کہ ابن ابی عرجاء ان کے ربیب تھے انہوں نے ان کی کتب میں گڑ بڑ کر دی۔

ایک روایت کی مثال

ان کی مناکیر میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

فلما تجلی ربه للجبل جعله	پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور
دکاوخرموسٰی صعقا فلما	چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسٰی گرا
افاق قال سبحنک تبت الیک	بے ہوش، پھر جب ہوش ہوا بولا پاکیزگی
وانااول المؤمنین	تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں
(الاعراف' ۱۴۳)	سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خنصر انگلی کی طرف اپنے

انگوٹھے پر ماری تو پہاڑ ہل گیا۔

اس حدیث کو امام احمدؒ ترمذی اور حاکم نے نقل کیا اور کہا یہ شرائط مسلم کے مطابق ہے' ابن جوزی نے اسے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا یہ ثابت نہیں ان کے ربیب نے ان کی کتب میں رد و بدل کر دیا تھا اور حماد کی روایات میں مناکیر کثرت کے ساتھ ہیں۔ (الموضوعات ۱/۲۳)

میں نے مذکورہ روایت صرف اس لئے ذکر کی ہے کہ اس کی بھی وہی سند ہے جو زیر بحث حدیث کی ہے۔

دوسری مثال

ان کی مناکیر میں سے یہ بھی ہے جسے انہوں نے حضرت قتادہ سے' انہوں نے حضرت عکرمہ سے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا اس کے گھنگریالے بال تھے اور اس پر سبز چادر تھی اسے بھی الموضوعات میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے زیر بحث حدیث کا منکر ہونا لازمی ہے اسی طرح مسلم کی متعدد احادیث کو منکر قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری علت متن کے لحاظ سے

دوسری علت متن کے اعتبار سے ہے اور وہ ایک ضابطہ پر مبنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کوئی اعرابی سوال پوچھتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکسار جواب سے اس کے لئے فتنہ اور اس کے دل کا اضطراب محسوس فرماتے گویا جواب عنایت فرماتے جس میں توریہ اور ابہام ہوتا مثلاً حدیث بخاری میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک آدمی نے قیامت کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ابتدائی عمر کو ملاحظہ کرتے ہوئے فرمایا یہ اپنی عمر سے استفادہ کرے گا اور یہ نہیں فوت ہو گا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے۔

اہل علم کی توجیہہ

محدثین فرماتے ہیں اعراب اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسوس فرماتے اگر کہوں میں نہیں جانتا تو اس سے ان کا فتنہ وشک میں پڑنے کا خوف تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توریہ پر مشتمل جواب عنایت فرماتے۔ مذکورہ فرمان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ یہ نوجوان لمبی عمر پائے گا اور نہیں فوت ہو گا حتی کہ حاضرین تمام فوت ہو جائیں گے اور ہر ایک کی موت اس کے لئے قیامت ہی ہوتی ہے۔

تمام سمجھ میں آگیا تو میں کہتا ہوں اس حدیث "ان ابی واباک فی النار" کی روایت لفظا نہیں بلکہ راوی نے اسے معنا روایت کیا تو اسے وہم ہو گیا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توریہ پر مشتمل کلام فرمایا سامع نے جو سمجھا اسے نقل کر دیا۔

حدیث کا دوسرا طریق

حدیث کا دوسرا طریق ہماری بات پر شاہد ہے کہ اسے حضرت معمر نے ثابت سے روایت کیا اس میں یہ الفاظ "ان ابی واباک فی النار" موجود ہی نہیں اور پھر مذکورہ حدیث کے الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا تذکرہ تک نہیں ہے' اور معمر روایت کے اعتبار سے حماد سے پختہ ہیں کیونکہ معمر کے حفظ میں کوئی کلام نہیں اس کی کسی روایت کو منکر نہیں کہا گیا پھر ان سے بخاری و مسلم دونوں نے حدیث لی ہے۔(جبکہ حماد سے صرف مسلم نے) تو معمر کے الفاظ اثبت اور زیادہ محفوظ ہونگے۔

حدیث سے تائید

پھر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حدیث بھی معمر عن ثابت عن انس رضی اللہ تعالی عنہ کے الفاظ کے مطابق ہے' امام بزار نے مسند میں اور طبرانی نے معجم الکبیر میں رجال صحیح کی سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ

تعالی عنہ سے نقل کیا ایک اعرابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا والد کہاں ہے فرمایا آگ میں، اس نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کہاں ہیں فرمایا۔

حیث مررت بقبر کافر فبشره بالنار (ابن ماجہ ۔ ۱۱۴۳)

تم جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو دوزخ کی بشارت دو۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

متعدد فوائد

اس میں متعدد فوائد سامنے آتے ہیں۔

۱۔ سائل اعرابی تھا اور اس کے فتنہ دارتداد میں واقع ہو جانے کا خدشہ تھا۔

۲۔ جواب میں توریہ اور ابہام سے کام لیا گیا اس میں اپنے والد گرامی کے آگ میں ہونے کی ہرگز تصریح نہیں بلکہ فرمایا جب تم کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اسے دوزخ کی بشارت دو۔ یہ جملہ بظاہر مطابق سوال نہیں ہاں سیاق و سباق اور قرائن سے واضح ہو جاتی ہے اور توریہ کا یہی حال ہوتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت حال کو واضح کرنے اور اس کے والد کی مخالفت کو ناپسند فرمایا کہ کہیں یہ شخص اسلام سے پھر نہ جائے کیونکہ نفس کا ایسی چیز کو ناپسند جاننا فطرتی ہے۔

اور عربوں کی عادت سخت دل ہونا اور صاحب جفا ہونا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایسا جواب دیدیا جو اس کے دل کو مطمئن کر دے۔

حدیث کا یہ طریق دیگر طرق سے نہایت ہی ثقہ ہے اس لئے بعض حفاظ محدثین نے فرمایا۔

لولم نکتب الحدیث من ستین وجها ما عقلناه

جب تک ہم نے حدیث کو ساٹھ وجہ سے نقل نہ کیا اسے ہم سمجھ ہی نہ پائے۔

یعنی راویوں کا اس کی سند اور الفاظ میں جو اختلاف ہوتا ہے وہ سامنے آئے تو بات

بنتی ہے۔

بخاری و مسلم کی متعدد احادیث

بخاری و مسلم میں بہت سی احادیث کا معاملہ یہی ہے ان میں بعض راویوں سے الفاظ میں غلطی ہو گئی ہے جس کی نشاندہی ناقدین اور ماہرین حدیث نے فرمائی مثلاً حدیث مسلم سے بسم اللہ کی (نماز میں) قرات کی نفی ہوتی ہے۔ امام شافعی نے اس میں علت بیان کرتے ہوئے فرمایا دوسرے طریق سے سماع کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ قرأت کی۔ راوی نے قرات کی نفی سمجھ کر اسے معناً روایت کر دیا۔ اسی طرح دیگر اشیاء ہیں جن کا تذکرہ کتب احادیث میں ہے تو اس جہت سے حدیث میں علت واضح ہو گئی لیکن یہ چیز اصلاً صحت حدیث کے منافی نہیں بلکہ محض الفاظ کی صحت کے منافی ہو گی۔

برزخ کی معیت

اس طرح یہ روایت "امی مع امکما" اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے والدہ ماجدہ کا دوزخ میں لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے معیت سے مراد برزخ کی معیت ہو کیونکہ یہ کلمات بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے دلوں میں اطمینان کے لئے فرمائے تھے۔

اہم اعتراض و جواب

اگر یہ سوال ہو کہ جب یہ بات ثابت ہے کہ اہل فترت کے بارے میں امتحان کے بغیر دوزخ کا حکم جائز نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کے باپ کے بارے میں دوزخ کا حکم کیسے جاری فرمایا؟۔

چار جوابات

بندہ پر اس کے چار جوابات آشکار ہوئے ہیں۔

۱۔ یہ روایت اہل فترت کے بارے میں وارد روایات سے پہلے کی ہے جو ان کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے مشرکین کے

بچوں کے بارے میں دوزخی فرمایا پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا۔
۵۔ ہم اہل فترت کے دوزخی نہ ہونے پر قطعی حکم نہیں لگا رہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ
جس نے اطاعت کر لی وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں داخل کر
جائے گا۔ تو ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے بارے میں خصوصاً
کر دیا گیا ہو کہ بوقت امتحان نافرمانی کرے گا اور دوزخ میں داخل ہو گا تو آپ صلی
علیہ وآلہ وسلم نے اس وحی کی بنیاد پر اس کے دوزخی ہونے کا فرمایا۔
۳۔ یہ بھی امکان ہے کہ اس شخص نے یثرب اور شام کا سفر کیا ہو، اہل کتاب سے
ہو اور اسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی دعوت پہنچ گئی ہو لیکن
نے شرک پر ہی اصرار کیا لہٰذا اب وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا۔
۴۔ یہ بھی امکان ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کا دور
ہو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت بھی پہنچی لیکن اس نے شرک
اصرار کیا تو اب اس کا عذر کیوں سنا جائے گا؟

اہم اعتراض۔

اگر تم یہ کہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بھی تو یثرب میں گئے
یہود سے ملاقات ہوئی تو یہ جو کچھ جواب میں تم نے کہا ہے وہ انہیں بھی لازم آئے گا۔

تین جوابات

اس کے تین جوابات ہیں۔
۱۔ پہلے اس کا ثبوت ضروری ہے کہ یہود نے انہیں دین کی دعوت دی ہو جس
منقول نہیں تو ہم ان پر ایسا حکم نہیں لگا سکتے خصوصاً جبکہ وہ مدینہ منورہ میں
تھوڑے دن ٹھہرے جس میں ایسی دعوت کی گنجائش نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی
تعالیٰ عنہ شام کی طرف سفر کے دوران شہر مدینہ سے گزرے جب وہاں سے واپس
آئے تو وہ بیمار تھے ایک ماہ وہاں قیام رہا اور وہاں ہی وصال ہو گیا اس قدر تھوڑی

اور حالت بیماری میں کسی سے ملاقات و اجتماع اور دین کے بارے میں معلومات کی گنجائش نہیں رکھتا' حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اعزہ و اقارب سے ملنے مدینہ تشریف لائیں انہیں وہاں انہوں نے ایک ماہ قیام کیا ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے وہاں سے واپسی پر راستہ میں ان کا وصال ہو گیا۔

۲۔ اس میں کیا مانع ہے کہ انہیں دعوت ملی اور انہوں نے قبول کی اگرچہ دونوں چیزوں پر نقل نہیں' تم ان کی طرف انکار کی نسبت کیسے کر سکتے ہو حالانکہ جب ان کے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں ولادت سے پہلے ہی اہل کتاب اور کاہنوں نے مشہوری کر دی تھی' ان دونوں کی اس معاملہ میں تصدیق کی گئی اور انہیں بشارت بھی دی گئی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کو ولادت سے پہلے' ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاتے ہوئے بشارت سے نوازا گیا اور انہوں نے اس کی تصدیق کی اور وصال کے وقت وہ اشعار کہے جو گزر چکے ہیں۔ کیا ان کی طرف شرک کی نسبت کی جا سکتی ہے؟ جبکہ ان کے مبارک بیٹے کے بارے میں انہیں آگاہ کر دیا گیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام لے کر بصورت رسول مبعوث ہوں گے' بتوں کو توڑیں گے اور ان دونوں (والدین) نے اس کی تصدیق کی' کیا اسلام اس تصدیق کے علاوہ کسی شی کا نام ہے؟

۳۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ابتداءً ہی دین حنیفی اور دین ابراہیمی پر تھے اور انہوں نے کبھی بھی کسی بت کی پرستش نہیں کی' اس بات کو ہم عنقریب دلائل سے ثابت کریں گے۔

ضمیمہ

اہم بات یہ ہے کہ ان دونوں کا ابتدائی عمر میں وصال ہو گیا تھا وہ اس عمر کو نہیں پہنچے کہ ان پر حجت قائم ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

اولم نعمر کم مایتذکر فیه من تذکر وجاء کم النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر (الفاطر' ۳۷)

اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔ تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

بعض نے کہا عمر سے مراد ساٹھ سال ہے بعض نے چالیس کہا ہے' حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا۔ جس کی عمر کا آخر ساٹھ سال پر ہو' ایک روایت میں ہے چالیس سال عمر والے پر اللہ تعالیٰ کی حجت کامل ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کی عمر وصال کے وقت پچیس سال تھی جیسا کہ واقدی نے کہا اور یہ قول نہایت ہی پختہ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی عمر بھی تقریباً اسی قدر تھی۔

فصل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک دین حنیفی پر تھے اور وہ بت پرستی کرنے والے نہیں' امام ابن جریر نے تفسیر میں حضرت مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے فرمان

واذقال ابراہیم رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبدالاصنام (ابراہیم' ۳۵)

اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

کے تحت نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے حوالے سے دعا قبول کی اور آپ کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہیں کی۔ (جامع البیان' ۸

امام ابن ابی حاتم نے تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں نقل کیا کہ ان سے یہ پوچھا گیا کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے بت پرستی کی؟ فرمایا ہر گز نہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نہیں پڑھا۔

واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

(ابراہیم۔ ۳۵)

ابن منذر نے تفسیر ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء — اور میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔

(ابراہیم '۴۰)

کے تحت نقل کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو بھی اس پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

وتقلبک فی الساجدین — اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء '۲۱۹)

ابن سعد نے طبقات میں' بزار' طبرانی اور ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "وتقلبک فی الساجدین" کے تحت نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصورت نبی ظہور پذیر ہوئے اور ساجدین میں تقلب کا معنی ہوا کہ آپ انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔ (الطبقات '۱=۲۵)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے انبیاء سے عام پر محمول کر لیا جائے اور وہ نمازی ہیں جو ہمیشہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں رہے بشرطیکہ اس قول کو صحیح مان لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں کثیر انبیاء تھیں بلکہ حضرت اسماعیل' حضرت ابراہیم' حضرت نوح' حضرت شیث' حضرت آدم اور

حضرت ادریس علیہم السلام ہی نبی تھے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی شاہد ہے' بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی کنت فیہ

مجھے اولاد آدم کے ہر دور کے بہتر خاندان میں پیدا کیا گیا' حتی کہ میں اس خاندان میں مبعوث ہوا جس میں اب ہوں۔

(البخاری باب صفۃ النبی)

مسلم میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ اصطفی من ولدابراہیم اسماعیل و اصطفی من قریش بنی ہاشم

اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو اور قریش میں سے بنوہاشم کو منتخب فرمایا۔

(المسلم باب فضل نسب النبی)

ان کا خیر اور منتخب ہونا بتا رہا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔

دوسرا طریقہ استدلال

اس پر ایک اور طریقہ سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ امام احمد نے زہد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں (شرائط بخاری و مسلم کے مطابق) سند صحیح کے ساتھ نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یدفع اللہ بھم عن اھل الارض

حضرت نوح کے بعد کبھی زمین ایسے سات افراد سے خالی نہیں جن کی وجہ سے اللہ اہل زمین سے عذاب دور کرتا۔

ابن جریر نے تفسیر میں شہر بن حوشب سے نقل کیا ہمیشہ زمین ایسے چودہ افراد سے خالی نہیں رہی جن کی برکت سے زمین سے عذاب ٹلا جاتا رہا ہاں زمانہ ابراہیم علیہ

السلام میں فقط وہ اکیلے ہی تھے۔

امام احمد نے زہد میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

لم یزل بعد نوح فی الارض لربعۃ عشر یدفع بھم العذاب	حضرت نوح کے بعد ہمیشہ زمین میں چودہ ایسے افراد رہے جن کی وجہ سے عذاب دور رہا۔

شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں زاذان سے نقل کیا زمین کبھی بھی بارہ ایسے افراد سے خالی نہیں رہی کہ جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور کرتا۔

یہ آثار اور ابن جریج کا وہ قول کہ اولاد ابراہیم میں کچھ لوگ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے' دلالت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے دین حنیفی پر ہی تھے۔

اس کی تفصیل

اب اگر وہ کفر پر تھے تو وہ لوگ جو فطرت پر تھے اور ان کی وجہ سے عذاب دور ہوتا وہ ان کے علاوہ تھے یا کوئی شخص ایسا تھا ہی نہیں' دوسری صورت باطل ہے کیونکہ یہ آثار کثیرہ کے خلاف ہے۔ اور پہلی صورت بھی باطل ہے کیونکہ اس سے دوسروں کا افضل ہونا لازم آتا ہے اور کوئی کافر' مسلمان سے افضل نہیں ہو سکتا اور یہ اس بخاری کی روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے بھی باطل ہے جس میں ہے کہ میں ہر دور میں افضل خاندان میں رہا حتی کہ افضل میں ہی پیدا ہوا تو اس سے واضح ہو جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر اصل اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل اور بہتر تھی لہٰذا اس صورت میں نہیں ہو سکتا کہ وہ تو کافر ہوں اور ان کے دور میں کوئی اور مسلمان ہو تو اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ اس حدیث بخاری کا معنی احادیث متواتر سے ثابت ہے۔

(البخاری' باب صفۃ النبی)

میں والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو جب بھی دو گروہوں میں بانٹا گیا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے افضل میں رکھا' میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور مجھے عہد جاہلیت کی کسی شے نے مس نہیں کیا' میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اپنی والدہ تک نکاح سے پیدا ہوا نہ کہ سفاح سے۔

فانا خیر کم نفسا وخیر کم ابا — میں تم سے ذات کے حوالے اور والدین کے حوالے سے افضل ہوں۔

امام ابونعیم نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے والدین کا ملاپ کبھی زنا کی وجہ سے نہیں ہوا۔ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منزکی اور مصفی منتقل ہوتا رہا' یہاں بھی ان کو دو شعبوں میں بانٹا گیا وہاں مجھے ان میں سے افضل میں رکھا گیا۔ (دلائل النبوۃ ۱=۵۷)

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر معنر' معنر میں سب سے افضل عبد مناف اور عبد مناف میں افضل بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں افضل عبدالمطلب ہیں۔

والله ما افترق منذ خلق الله آدم الا کنت فی خیر هما — اللہ کی قسم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر جب بھی اللہ تعالیٰ نے دو گروہ بنائے تو مجھے ان میں سے افضل میں رکھا۔

اس موضوع پر کثیر احادیث ہیں جنہیں میں نے کتاب المعجزات میں ذکر کیا ہے۔

شیخ نے ابن ابی عمرو العدنی نے مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا قریش بارگاہ الٰہی میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار پہلے بصورت نور موجود تھے اور وہ نور تسبیح پڑھتا تھا اور ملائکہ اس کی تسبیح پر تسبیح پڑھتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت میں اس نور مبارک کو رکھا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے پشت آدم میں زمین پر اتارا اور مجھے پشت نوح میں رکھا اور پھر پشت ابراہیم میں "پھر اللہ تعالیٰ نے مبارک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا حتی کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور وہ کبھی بھی زنا پر جمع نہیں ہوئے۔

امام بیہقی نے دلائل میں طبرانی نے اوسط میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل امین علیہ السلام نے فرمایا۔

قبلت الارض	میں نے تمام زمین کو شرق ۔ غرب دیکھا
مشارقھاومغاربھا فلم اجد	ہے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو
رجلا افضل من محمد ولم اجد	افضل نہیں پایا اور بنوہاشم سے بڑھ کر
بنی اب افضل من ہاشم (الوفاء ۱=۳۰۰)	کوئی خاندان افضل نہیں دیکھا۔

حافظ ابن حجر نے امالی میں اس روایت کے بعد فرمایا۔

لوائح الصحہ ظاہرۃ علی	اس حدیث کے متن کی صحت پر واضح
صفحات ھذا المتن	شواہد ہیں۔

فصل

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری کا قول ہے۔

وابوبکر مازالت حین	رضا ابوبکر کے ساتھ رہیں۔
الرضا ۔۔ہ	

اس سے کیا مراد ہے؟ بعض نے کہا ان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق بعثت سے پہلے بھی مومن تھے' دوسرے کہتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ یہ ہمیشہ سے ایسے لوگوں میں رہے جن پر غضب نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا یہ اہلِ ابرار میں ہونگے۔

شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں اگر ان کی مراد یہی ہے تو پھر دیگر صحابہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی فرق نہ ہوا حالانکہ امام اشعری نے یہ کلمات کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں کہے تو درست ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔

ان الصدیق رضی اللہ عنہ لم تثبت عنہ حالۃ کفر باللہ قبل البعث کحال زید بن عمرو نفیل واقرانہ

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر صادر نہیں ہوا جیسا کہ زید بن عمرو اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہی ہے۔

یہی بات والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے

ہم کہتے ہیں جو کچھ امام سبکی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا ہے یہی بات ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین اور اجداد کے بارے میں کہتے ہیں کیونکہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہی دین حنیفی نصیب ہوا کیونکہ یہ دونوں اعلان نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرنے والے تھے۔

فصل

ایمان اجداد پر تصریحات

متعدد لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کے ایمان پر تصریح کی ہے۔

۱۔ ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ اور اسد ملت ابراہیم پر تھے۔

فلا تذکروھم الا بخیر — ان کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کیا کرو۔

۲۔ امام سہیلی نے روض الانف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا۔

لاتسبوا الیاس فانه کان مؤمنا — الیاس کو برا نہ کہو وہ مومن تھے۔

(الروض ۱=۸)

یہ بھی منقول ہے کہ وہ اپنی پشت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج کا تلبیہ سنا کرتے۔

(الروض الانف ۱=۸)

۳۔ زبیر بن بکار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان نقل کیا ہے۔ مضر اور ربیعہ کو برا نہ کہو۔

فانھما کانا مؤمنین (ایضاً) — کیونکہ وہ دونوں اہل ایمان تھے

۴۔ ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا عبداللہ بن خالد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لاتسبوا مضر فانه کان قد اسلم — مضر کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے۔

(الطبقات ۱=۵۸)

۵۔ امام سہیلی نے روض الانف میں لکھا کعب بن لوی پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمعہ کے دن اجتماع شروع کیا قریش اس دن جمع ہوتے اور وہ انہیں خطاب کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاتے کہ میری اولاد میں سے ہوں گے، آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کل بعثت ذکر کرتے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کی تلقین کرتے' ان کا یہ شعر بھی منقول ہے۔

یالیتنی شاهدا نجواء دعوته — اذا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دیتے اور قریش اس کو پست کرنے کی کوشش کرتے) (الروض ۱/۱ انف ۱ = ۶)

امام ماوردی نے یہ روایت حضرت کعب سے کتاب الاعلام میں نقل کی ہے۔ (اعلام النبوۃ ۱۵۵))

میں کہتا ہوں امام ابو نعیم نے بھی دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت کعب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے درمیان ۵۴۰ سال کی مدت کا فاصلہ ہے میں نے یہ روایت بعینہٖ انہی الفاظ میں کتاب المعجزات کی ابتداء میں نقل کی ہے۔

فصل

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ جب اصحاب فیل کا لشکر آیا تو حضرت عبدالمطلب جبل ابو قبیس پر چڑھے اور کہا۔

لاهم ان المرء یمنع رحله — فامنع رحالک
لایغلبین صلیبهم ومحالهم — عدوا محالک

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی کعبہ کی حفاظت فرما' ان کی صلیب تیرے گھر پر کبھی غا... نہیں ہو گی۔) (الطبقات ۱/۹۲)

کچھ لوگوں نے یہ مصرعہ بھی نقل کیا ہے۔

فانصر علی ال الصلیب وعا بدیه الیوم آلک

یہ واضح طور پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ دین حنیفی پر تھے کیونکہ وہ صلیب اور اس کی عبادت کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

طبقات ابن سعد میں مختلف اسناد کے ساتھ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے

لاتغفلی عن بنی فانی وجدته مع غلمان قریبا من السدرة وان اهل الکتاب یقولون ابنی هذا نبی هذه الملة (الطبقات' ۸۸)	میرے بیٹے کے بارے میں کبھی غفلت نہ کرنا میں نے اسے بچوں کے ساتھ مقام سدرہ میں دیکھا ہے اور اہل کتاب میرے بیٹے کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس امت کا نبی ہے۔

فصل

دین حنیفی پر قائم لوگ

۱۔ محدث بزار' حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لا یسوا ورقة بن نوفل فانی قد رایت له جنة (المستدرک' ۴۳۵=۳)	ورقہ بن نوفل کو برا نہ کہو میں نے ان کے لئے جنت دیکھی ہے۔

۲۔ محدث بزار نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زید بن محمد بن نفیل کے بارے میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دور جاہلیت میں بھی قبلہ کی طرف رخ ہو کر کہتے تھے 'میرا دین دین ابراہیمی ہے' اور میرا خدا' حضرت ابراہیم کا خدا ہے' اور پھر سجدہ کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے درمیان ایک امت کا حشر ہو گا ہم نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بھی قبلہ رخ ہو کر کہتے تھے میرا الہ وہی ہے جو زید کا اور میرا دین بھی انہی کی طرح ہے تو فرمایا۔

رأيته يمشي من بطن الجنة میں نے انہیں جنت میں دیکھا ہے ان پر
عليه حلة من سندس ریشمی حلہ تھا

امام ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ قیس بن ساعدہ عکاظ کے بازار میں اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے مکہ کی طرف اشارہ کرتے۔ کہتے اس طرف سے حق آئے گا۔ وہ پوچھتے حق سے کیا مراد ہے "فرماتے حضرت لوئی بن غالب کی نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا جو تمہیں کلمہ اخلاص' دائمی زندگی اور نہ ختم ہونے والی نعمتوں کی طرف دعوت دے گا" جب وہ ایسا کرے تم اسے قبول کرنا اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں سب سے پہلے ان کو مان لونگا۔

امام ابو نعیم عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں جاہلیت کے دور میں اپنی قوم کے بتوں کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور جانتا تھا یہ باطل ہیں اور وہ بتوں کی عبادت کرتے۔

امام ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تبع تصدیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہی فوت ہوا" یہ بھی فرمان نبوی ہے "تبع کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اسلام لا چکے تھے۔ خرائطی اور ابن عساکر نے تاریخ میں جامع سے نقل کیا کہ اوس بن حارثہ دعوت حق اور بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کرتے اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے مالک کو اس کے بارے میں وصیت بھی کی میں نے تمام روایت کتاب المعجزات میں ذکر کی ہے۔

امام بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل میں نقل کیا کہ عمرو بن حبیب جہنی نے جاہلیت میں شرک ترک کر دیا وہ اللہ کی خاطر نماز ادا کرتے اور زندہ رہے حتیٰ کہ مسلمان ہوئے' میں نے یہ روایت بھی بجملہ کتاب المعجزات میں ذکر کی ہے۔

امام طبرانی نے معجم کبیر میں رجال ثقات کی سند سے حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قس کا تذکرہ ہوا تو فرمایا' اللہ تعالیٰ قس پر رحم فرمائے' عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قس پر رحم کی دعا فرما رہے ہیں' فرمایا ہاں' اس لئے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین پر تھے۔

فصل

شیخ شہرستانی نے "الملل والنحل" میں لکھا کہ عربوں کی دو اقسام ہیں معطلہ' محصلہ۔

معطلہ کی کئی اقسام ہیں۔

۱۔ خالق قیامت اور دوبارہ زندگی کا انکار کرتے اور کہتے زندگی و فنا دہر کی وجہ سے ہے انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وقالوا ما هی الاحیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یهلکنا الا الدهر وما لهم بذلک من علم ان هم الا یظنون	اور بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں۔

(الجاثیہ' ۲۴)

۲۔ خالق اور تخلیق و ابداع مانتے مگر دوبارہ زندگی (قیامت) کا انکار کرتے اس آیت مبارکہ میں انہیں کا تذکرہ ہے۔

قال من یحی العظام وهی رمیم	بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔

(یس' ۷۸)

۳۔ بعض ان میں سے خالق اور دوبارہ زندگی مانتے مگر رسولوں کا انکار کرتے' بت پرستی کرتے اور یہ عقیدہ رکھتے کہ یہ بت آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں شفیع ہونگے اور تھوڑے سے بدوؤں کو چھوڑ کر اکثر عرب اسی پر تھے۔

محمد کی تین اقسام

علوم کے اعتبار سے محمد کی تین اقسام ہیں انساب کا علم' تاریخ کا علم' ادیان کا علم' اس کے علم کو نہایت ہی اہمیت دیتے' خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کی معرفت' اس نور پر اطلاع جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا پھر ان کی اولاد میں منتقل ہوتا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں وہ چکا' اس نور کی برکت سے اپنے بیٹے کے ذبح کی نذر مانی' اسی نور کی برکت سے انہوں نے اپنی اولاد کو ترک ظلم و سرکشی کی وصیت فرمائی اور انہیں مکارم اخلاق پر ابھارا' انہیں گھٹیا امور سے منع کیا اسی نور کی برکت سے ابرہہ کو انہوں نے فرمایا۔

ان لهذا البيت ربا يحفظه — اس گھر کا رب ہے جو اس کا محافظ ہے۔

اور جبل ابو قبیس پر چڑھ کر فرمایا۔

لاهم ان المرء يمنع رحله فامنع رحالك
لا يغلبن صليبهم ومحالهم عدوا محالك

(اے اللہ آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما' ان کی صلیب اور اسلحہ تیرے گھر پر غالب نہیں آسکتے)

اس نور کی برکت سے انہوں نے اپنے نصائح میں فرمایا کوئی بھی ظالم دنیا سے رخصت نہیں ہوگا مگر اس سے بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ ایک ظالم آدمی فوت ہوا حالانکہ اس سے بدلہ نہیں لیا گیا تھا۔ ان سے عرض کیا تو غور و فکر کے بعد فرمایا۔

والله ان وراء هذه الدار دارا
يجزى فيها المحسن
باحسانه ويعاقب فيها
المسئى باساءته

اللہ کی قسم اس جہان کے بعد دوسرا جہان ہے جس میں ہر نیکی والے کو جزا اور برائی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔

ان کے بعد معبود و معدہ مانتے۔ یہ بھی دلیل ہے کہ جب انہوں نے عبداللہ کے لئے تیر نکالے تو کہا۔

یارب انت ملک المحمود وانت المبدی والمعید

وانت رب من عندک الطارف والتلید

اے میرے رب تو مالک و محمود ہے تو میرا رب مالک اور معبود ہے نیا اور پرانا مال تیری ہی طرف سے ہے۔

رسالت و شرف نبوت کی معرفت۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ اہل مکہ پر جب بھی قحط آتا تو وہ حضرت ابوطالب کے پاس آکر کہتے، چھوٹے بچے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاؤ اور ان کے وسیلہ سے بارش طلب کرو۔ اسی سلسلہ میں ابوطالب کا یہ شعر معروف ہے۔

وابیض یستقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للا رامل

(یہ سفید چمک والے جن کے چہرے کی برکت سے بارش طلب کی جاتی ہے اور یہ تیموں اور بیکسوں کا سہارا ہے)

دوسری قسم علم رویا اور تیسری علم کہانت وقیافہ شناسی تھی۔

عربوں میں کچھ لوگ اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے اور وہ نبی کے بھی منتظر تھے۔ ان کے لئے کچھ سنن اور شریعتیں تھیں، ان میں کچھ دین حنیفی کے مقتداء تھے مثلاً زید بن عمرو بن نفیل قیس بن ساعدہ ایادی، علاء بن مکرب عدوانی، ان میں سے کچھ جاہلیت میں بھی شراب کو حرام جانتے مثلاً قیس بن عاصم تمیمی، صفوان بن امیہ کنانی اور عفیف بن معد یکرب کندی، ان میں سے کچھ لوگ خالق پر اور خلق آدم علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے مثلاً زہیر بن ثعلب بن وہرہ بن قضاعہ انہی میں پھر زہیر بن ابی سلمی ہیں، جب کسی کانٹوں والے درخت کے پاس سے گزرتے اور وہ خزاں کے بعد پر بہار ہوتا تو کہتے۔

لولا ان تسبنی العرب لامنت
ان الذی احیاک بعد یبس
سیحیی العظام وھی رمیم

اگر عرب مجھے برا نہ کہیں تو میں اس ذات پر ایمان لاتا جس نے مجھے خشکی کے بعد زندہ فرمایا اور وہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

اس کے بعد وہ قیامت پر بھی ایمان لے آئے اور اپنے مشہور قصیدہ میں کہا۔

یؤخر فیوضع فی کتاب فیدخر لیوم الحساب اویعجل فینقم

(کتاب میں جمع کر کے اعمال کو حساب کے دن کے لئے رکھ لیا جائے گا یا جلدی میں انتقام لیا جائے گا۔)

بعض عربوں پر جب موت آتی تو وہ اولاد سے کہتے میرے ساتھ میری سواری کو بھی دفن کرنا تاکہ وہ میرے ساتھ ہی اٹھے اگر تم نہیں کرو گے تو پھر میں پیدل ہی میدان حشر میں جاؤں گا۔ جاہلیت میں متعدد ایسی اشیاء کو وہ حرام جانتے' جنہیں قرآن نے حرام قرار دیا مثلاً" ماں' بیٹی بہن' خالہ اور پھوپھی کے ساتھ نکاح حرام جانتے' طواف کرنے کے لئے سعی کرتے' تلبیہ کہتے' تمام مناسک حج ادا کرتے' قربانی کرتے' رمی جمار کرتے' مہینوں کا احترام کرتے۔ اموات کو غسل و کفن دیتے ان دس طہارات فطریہ پر قائم رہتے جن کا حکم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا' وعدہ وفا کرتے' مہمان نوازی کرتے' چور کا ہاتھ کاٹتے' عربوں میں ابتداء دین ابراہیمی اور توحید قائم اور مشہور تھی۔ سب سے پہلے جس نے اسے تبدیل کیا' اور بتوں کی پرستش شروع کی اس کا نام عمرو بن لحی ہے۔ (الملل والنحل ص ۲=۲۴۸)

ابن جوزی نے التلقیح میں لکھا جاہلیت میں ان لوگوں نے بتوں کی پرستش ترک کر دی تھی مثلاً" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' زید بن عمرو بن نفیل' عبداللہ بن جحش' عثمان بن حویرث' ورقہ بن عمرو بن نوفل' رباب بن براء' ابوبکر اسعد الحمیری' قس بن ساعدہ ایادی اور ابو قیس بن صرمہ۔

فصل

میں نے امام فخرالدین رازی کو پڑھا انہوں نے اس پر دلائل فراہم کئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء توحید پر تھے ان کی اسرار التنزیل کی عبارت یہ ہے۔

منقول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں اس پر درج ذیل دلائل ہیں۔

۱۔ تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں

اس پر دلائل یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین — جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء ۲۱۸، ۲۱۹)

اس کا مفہوم یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک ساجد کی طرف سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا اس صورت میں یہ آیت مبارکہ دلالت کر رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان تھے تو اب قطعی طور پر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے، زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ آیت مبارکہ کے اور بھی معانی ہیں جب روایات تمام معانی کے بارے میں مروی ہیں اور ان میں منافات بھی نہیں تو آیت کو مذکورہ تمام معانی پر محمول کرنا لازم ہے تو جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہ تھے۔

۲۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی دلالت کرتا ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات	میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

انما المشرکون نجس	مشرک نرے ناپاک ہیں۔

(التوبۃ - ۲۸)

تو ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و اجداد میں کوئی بھی مشرک نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

٢

التعظيم والمنة
في
أن أبوي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في الجنة

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

المتوفى سنة ٩١١هـ ـ ١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه

الدكتور محمد عز الدين السعيدي